درس حدیث

محمد اظہر مدنی

تعلیم وتربیت کی ترغیب

” عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلكم راع ومسئول عن رعيته، فالامام راع وهو مسئول عن رعيته والرجل فى اهله راع وهو مسئول عن رعيته، والمرأة فى بيته زوجها راعية وهى مسئولة عن رعيتها والخادم فى مال سيده راع وهو مسئول عن رعيته “ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

ترجمہ: ”تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

تشریح: بچوں کی تعلیم وتربیت ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ اس حدیث میں والدین کو دینی، تعلیمی، تربیتی اور دیگر اعتبار سے اپنی ذمہ داری نبھانے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے۔ دینی تربیت یہ ہے کہ ماں باپ بچوں کو شروع ہی سے عقیدہ کی تعلیم دیں۔ ان کو اسلام کے بنیادی احکام سے روشناس اور آگاہ فرمائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عصری علوم بھی آج کی سب سے بڑی ضرورتوں میں سے ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دینی تعلیم بھی از حد ضروری ہے دیکھا جا رہا ہے کہ ہمارے سماج میں دینی تعلیم سے دوری بڑھتی جا رہی ہے۔ بچوں میں نماز پڑھنے کا رجحان ختم ہو رہا ہے۔ شروع ہی سے نماز سے رغبت پیدا کرنے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تلقین کرو اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز پڑھنے میں کوتاہی کرے تو اس کی سرزنش کرو۔ (سنن ابوداؤد وسنن ترمذی)

سوشل میڈیا، سیریل اور دیگر ویڈیوز ہمارے معاشرہ کو بری طرح سے متاثر کر رہے ہیں۔ گھر گھر میں اسمارٹ فون کے غلط استعمال نے دینی احکام سے دور کر دیا ہے، تلاوت اور نماز کی پابندی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ سب اسمارٹ فون اور ٹی وی وغیرہ کے غلط استعمال کا برا انجام ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے پڑھائی چھوڑ کر اسمارٹ فون کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ہماری دنیاوی زندگی کو برباد کرنے کے ساتھ ساتھ اخروی زندگی کو بھی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ ایسے میں ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھائیں۔ بچوں کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت نکالیں۔ ان کی تعلیم وتربیت پر نظر رکھیں۔ بچوں کو اسمارٹ فون سے دور رکھیں۔ سب سے پہلے گھر کی عورتوں کو خود بھی اسمارٹ فون سے بچنا ہوگا۔ کیوں کہ آج ہماری نئی نسل ٹی وی سیریل اور اسمارٹ فون سے قریب ہو رہی ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ والدین کی کوتاہی ہے۔ اور یہی کوتاہی بچوں کے مستقبل اور آخرت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔ اس لئے نئی نسل کو ایسی تربیت دیں جو ان کی دنیاوی زندگی کے لئے بھی بہتر ہو اور اخروی زندگی کے لئے بہتر ہو۔ عام طور سے 15 مئی سے پہلے عصری اسکولوں کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ ان ایام میں بچوں کو بالکل آزادانہ چھوڑیں کچھ ادارے ان ایام میں خصوصی تربیت اور عربی اردو تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں، بچوں کو ان تربیتی وتعلیمی کیمپوں اور مراکز میں بھیج کر ان کے وقت کو ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ یہ ماں باپ کی ذمہ داری میں شامل ہونا چاہیے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (سورہ تحریم:٦) ”اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنھیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں۔“

قرآن کی اس آیت میں والدین کو اپنی ذمہ داری نبھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے اپنی اصلاح اور دینی احکام کی پیروی کے ساتھ بچوں کو بھی دینی احکام کا پابند بنائیں تاکہ ہم سبھی لوگ جہنم کا ایندھن بننے سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم لوگوں کو اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت، نماز، روزہ، تلاوت اور صبح وشام کے دعا واذکار کا پابند بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
نعمتوں کا شکریہ	۸
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی	۱۰
آپسی اختلافات کو بڑھنے نہ دیں	۱۲
حج اور عمرہ کیسے کریں؟	۱۵
مناسک حج وعمرہ میں اعتدال	۱۷
غریبوں کا حج وعمرہ	۲۰
بقیع قبرستان سے گنبد ومزارات کا ازالہ صحابہ کرام کی توہین....	۲۲
تعارف اہل الحدیث	۲۳
ہمارا ماحول	۲۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
گاؤ محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجئے۔	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ ـــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

حجاج کرام کے نام حج کا نامۂ و پیام

یوں تو ساری زمین اور سارا جہان اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے بعض اماکن و بلدان کو بعض ملکوں اور خطوں پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے۔ ان میں مکہ مکرمہ کی حرمت وعظمت اور عزت والی سرزمین میں بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ سب سے اہم اور فضیلت مآب جگہ ہے۔ کعبہ شریف کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر سب سے پہلا گھر ہونے کا شرف بخشا اور جسے قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے یوں بیان کیا ہے۔ ”اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ “”اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے۔ جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے۔“ (آل عمران ۹۶)

بلکہ جو مکہ کا دوسرا نام ہے، اسی میں اللہ کا پہلا گھر اور روئے زمین کا پہلا خانۂ خدا قرار پایا۔ اس کی بنیاد فرشتوں کے ہاتھوں رکھی گئی، پھر مختلف ادوار و احوال سے گذر کر حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ذریعہ اس کی تعمیر عمل میں آئی اور اس طرح سے وہ سارے جہاں کے لوگوں کے شوقِ سفر، تکمیل ذوق، عزم وارادہ اور قصد زیارت کا اولین مکان قرار پایا۔ دلوں کی کشش کا سامان اس کے اندر رکھا گیا اور ساری دنیا سے لوگ ہر دور میں کشاں کشاں، افتاں وخیزاں اور پابرکاب و پاپیادہ پروانہ وار اس شمع مرکز ایمان واطمینان پر گرنے لگے، اپنی جان و مال کو نچھاور کرتے ہوئے اس کے دیدار اور زیارت کے لیے پہنچنے لگے۔ یہ سنت آج بھی جاری ہے اور ساری دنیا سے لوگ اس کی طرف کھنچے ہوئے چلے آتے ہیں۔ خصوصا حج کے ایام میں ساری دنیا سے لوگ بیت اللہ شریف کا قصد کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام جو پانچ ستونوں پر قائم ہے، جنہیں ارکان اسلام کہا جاتا ہے اس کے ایک اہم رکن اور فریضہ حج کی ادائیگی سے سبکدوش ہوں اور اس کی سعادتوں اور مناسک وشعائر کی ادائیگی سے بہرور ہوں۔

اسلام کا یہ پانچواں رکن حج ہر مسلمان عاقل، بالغ، آزاد اور زادِ راہ اور صحت وعافیت سے سرفراز انسان پر فرض ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت اس بات پر قائم ہے کہ مستطیع پر حج فرض ہے اور ایک بار فرض ہے۔ خواہ مرد ہو یا

عورت۔ البتہ عورت کے ساتھ محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے۔

اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی اسلام کے ستون کو ڈھا دینے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مسلمان کی ضرورت نہیں جسے فریضہ حج ادا کرنے کی طاقت ہے اور وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں لائق تعریف، ستودہ صفات اور غنی و بے نیاز ہے۔

حج کے فضائل بے شمار ہیں۔ اس کی فرضیت اس کی اہمیت کو جاگزیں کرنے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس عبادت اور امر کو فرض قرار دیتا ہے وہ عبادت اور حکم اللہ تعالیٰ کے خزانے کی سب سے قیمتی اور محبوب چیز ہوتی ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی محبت، خوشنودی اور رضامندی کی علامت ہے جو اسے بخش دی گئی ہے۔ مزید یہ کہ بندہ حج کے بعد نوزائیدہ بچہ جو معصوم پیدا ہوتا ہے اس کی طرح بے گناہ اور معصوم ہوجاتا ہے۔ اسے جہاد بھی قرار دیا گیا ہے۔ خصوصاً یہ سن رسیدہ عورتوں، کمزوروں اور ضعیفوں کا جہاد ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ اسلام میں سربلندی اور چوٹی کی چیز ہے۔ اس سے اونچی چیز کیا ہوسکتی ہے۔

حج کے جہاد ہونے کا مطلب بالکل ظاہر ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کی خاطر اپنی آل و اولاد، مال و منال، گھر بار، دوست و یار، کاروبار، تجارت و بازار، وطن، سرزمین اور خویش و اقارب کو ایک طرح نثار کرکے گھر سے نکل پڑتا ہے۔ جہاد میں عام طور پر جان و مال کی قربانی ہی مطلوب ہوتی ہے اور مجاہد ان دونوں چیزوں کے ساتھ راہ خدا میں نکل پڑتا ہے۔ بعینہ حاجی بھی جان و مال اپنی ہتھیلی میں لےکر راہ وفا میں نکل پڑتا ہے۔ سفر جو بذاتِ خود ایک پرمشقت اور دشوار گزار مرحلہ ہوتا ہے، وہ حج کا عمومی لازمی حصہ ہوتا ہے۔ جان و مال دونوں کو سخت آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے۔ جہاد جس طرح قدم قدم پر اللہ کی رضاجوئی کا مطالبہ کرتا ہے اور جو خواہشات نفسانی کو چھوڑ دینے کا نام ہے، اسی طرح حج کا مبارک سفر بھی ہر لمحہ اپنے نفس پر کنٹرول کرنے کا نام ہے۔ ایک مجاہد کو راہ خدا کی کٹھنائیوں پر صبر و شکر اور ہمراہیوں کے دکھ درد کا شریک و سہیم بننا پڑتا ہے۔ اسی طرح حج میں بھی ہر طرح کی قربانی و میزبانی پیش کرنی پڑتی ہے۔

جہاد میں نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی مدنظر ہوتی، اسی طرح حج میں بھی خالص مرضی مولا کے سامنے سر تسلیم بصد رغبت و رضا خم کیے رہنا ہے۔ سفر اور رفقاء سفر کے نشیب و فراز اور سلوک و برتاؤ سے قدم قدم پر تاؤ، بھڑکاؤ اور غیض و غضب کا سامنا ہوسکتا ہے۔ ایسے میں اپنے آپ پر مکمل کنٹرول ہی نہیں، ان تمام ناگواریوں اور نامساعد حالات و معاملات میں خود کو نارمل رکھنا بلکہ اس کو اپنا مشن بنالینا اور اپنی خو کو اسی طرح سے کرلینا اور اپنے مزاج کو اتنا نرم اور خوشگوار بنائے رکھنا کہ وہ طبیعت ثانیہ اور مزاج بن جائے، ضروری ہے۔ جماع و دواعی جماع، فسق و فجور اور جدال و قتال سے اتنا دور ہوجائے کہ ہمیشہ کے لیے ویسا ہی مزاج بن جائے۔ بذل و انفاق اور خدمت خلق کا جذبہ فراواں ہوجائے۔ تواضع و انکساری اور خدمت گذاری کا خوگر ہوجائے کہ اس راہ میں قدم قدم پر اس کے مواقع میسر ہوتے رہتے ہیں اور ضرورتیں پڑتی رہتی ہیں۔ حج کے ہنگامہ وازدحام میں ضعیف بھی ہوتے ہیں جو ہماری نرمی اور عنایت کے مستحق ہیں اور قوی بھی جو ہمیں خاطر میں نہیں لاتے، مریض و بیمار اور لاچار بھی رفیق سفر اور شریک حج ہوتے ہیں، ان سب کی خبرگیری، دستگیری اور اعانت اور ان سب کی مدد و نصرت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اور یہی وہ ادا ہے جو حج کو جہاد اصغر و اکبر ہونے کے شرف سے مشرف کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حج ایک ایسا فریضہ ہے اور ایک ایسی عبادت ہے جو جامع کمالات و عبادات ہے۔ حج میں مالی، بدنی اور روحانی و اخلاقی تمام عبادات اکٹھا ہوجاتی ہیں۔ اس لیے یہ تمام عبادات کا جامع ہے۔ اس میں ہر حاجی کے لیے یہ پیغام ہے کہ وہ:

(۱) حج خالص اللہ کے لیے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مدنظر اور قلب و جگر میں پیوست ہو اور حصول اجر و ثواب کی نیت ہو تو خالص اللہ کے لیے حج کریں، اس نعمت عظیمہ اور غنیمت کبریٰ کی طلب ہے تو حج کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے انجام دیجئے، چاہتے ہیں کہ واقعی اللہ حج کی برکتوں سے شادکام فرمادیں اور سعی و طواف اور حج کو مبرور بنادیں اور قبول کرلیں تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے حج کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ'' ''حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو'' (البقرہ:۱۹۶) حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے تمام و کمال کو پہنچایئے۔ ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا'' ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیا ہے۔'' (آل عمران:۹۷) اللہ ہی کے لیے ایسے لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے۔

دل مکمل طور پر اللہ جل شانہ کی شان کریمی کی طرف مائل ہو۔ کچھ دلوں میں تعریف پسندی اور ریا و دکھاوا کا مرض پیدا ہوجاتا ہے اور روگ لگ جاتا ہے جب لوگ کہتے ہیں ماشاء اللہ فلاں آدمی تو ہر سال حج کرتا ہے۔ اب انسان اسی میں مگن ہوجاتا ہے۔ کچھ لوگ دنیاوی فائدے کے لیے حج بدل کے چکر میں رہتے ہیں کہ اس سے کچھ سیر و تفریح ہی ہوجائے گی اور کچھ مال بھی بچ جائے گا یا

مل جائے گا۔اس لیے وہ اس کے چکر میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔کبھی ان کے دل میں بیت اللہ کی زیارت کی تڑپ ہوتی ہے مگر لوگوں کی تعریف و مدح سرائی سے ایسے حاجیوں کو ہر سال حج کرنے پر فخر ہونے لگتا ہے۔لوگوں کی تعریف کو پسند کرنے لگتے ہیں۔اسی طرح بڑے فخر و مباہات سے کہتے نہیں تھکتے کہ میں نے فلاں فلاں سہولیات، آرام اور اہتمام و انتظام اور کروفر کے ساتھ حج کیا ہے۔وزیر نے بلایا ہے۔بادشاہ نے مہمان بنایا ہے۔VIP حج ہمارا رہتا ہے۔ اگر کچھ سہولیات اور بہتر انتظام کے ساتھ حج کرلیا تو فخر ومباہات کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، جن بھائیوں کو یہ سہولیات میسر نہیں ہوئیں بلکہ انہوں نے انتہائی مشقت کے ساتھ اس جہاد کو کیا تو ان پر ترس اور رشک آنا چاہئے اور اپنے بارے میں ڈرنا چاہئے کہ کہیں ''الاجر قدر المشقة '' کےتحت ہمارا وی آئی پی اور ہائی فائی حج ان عظیم و جزیل اجر وثواب سے محروم رہ جائے اور جنہوں نے حقیقت میں نہایت محنت ومشقت اور انتہائی مشکل سے حج کیا ہے وہی اللہ کے نزدیک وی وی آئی پی قرار پائیں۔اللہ کے نبی ﷺ نے معمولی کجاوے پر حج کیا اور ساتھ میں ایک معمولی قسم کی چادر تھی، جو چار درہم یا اس سے کم کی ہی تھی اس کے باوجود آپ فرماتے تھے۔اللھم حجة لا ریاء فیھا و لا سمعة ''یعنی اے اللہ مجھ پر رحم فرما کر ہمارے حج کو خالص اپنے لیے بنا کر قبول فرمالے، ایسا نہ ہو کہ اس میں تیرے علاوہ کسی کا کوئی حصہ ٹھہر جائے۔

(۲) دوسرا پیغام حجاج بیت اللہ الحرام کے لیے یہ ہے کہ دوران حج اور حج کے عظیم مناسک کی ادائیگی کے تمام اوقات میں دعا کی کثرت ہو، آہ وزاری کرتے رہیں اور اللہ کے سامنے دست سوال پھیلائے رکھیں۔آپ کوشش کریں کہ نیکیوں کے اس موسم بہار، رحمتوں کے ان اوقات اور برکتوں بھری ان ساعات کو زیادہ سے زیادہ دعا وتضرع میں گذاریں اور اپنے لیے، والدین کے لیے، اولاد، احباب واقارب، اصدقاء، علماء اور اولیاء الامور کے لیے، ملک وملت اور ساری انسانیت کی بھلائی کے لیے جو ہدایت سے محروم ہیں ان کے لیے دعا کریں۔زندہ اور مردہ، چھوٹے بڑے، دور وقریب خصوصاجن کے حقوق ہم پر ہیں ان کے لیے دعا وابتھال کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة '' زیادہ سے زیادہ پڑھیں۔اسی طرح صفاومروہ پر مخصوص مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں، عرفات کے میدان میں سورج کے ڈھلتے ہی ظہر وعصر کو ایک ساتھ پڑھیں، پھر غروب آفتاب تک مسلسل دعاء ومناجات میں مشغول رہیں۔ مشعر حرام سے گذرتے ہوئے خوب خوب دعائیں کریں اور عرفات اور مزدلفہ، منیٰ، رمی جمار، طواف وسعی جیسے تمام مقامات واحوال میں اپنے رب سے قربت اور مناجات اور راز و نیاز کو غنیمت جانیں، ایام حج میں جس طرح سارے کاروبار حیات سے الگ ہوکر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نکل پڑے ہیں اسی طرح اپنے اوقات وایام کو اسی کے نذر کردیں۔جلد بازی نہ مچائیں، فارملٹی پوری کرنے میں نہ رہ جائیں، پوری دلجمعی اور لگن سے لگ جائیں اور اسی میں محو ومگن، مدغم اور گم ہوکر رہ جائیں۔اگر ایسا کریں گے تو بہت سی لغویات وخرافات، بیہودہ گفتگو و بکواس، فسوق و فجور اور ہفوات سے بھی بچ جائیں گے اور لبیک لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کی ندائے توحید واخلاص کو عملا اور اعتقادا برت لے جائیں گے اور حج کے عظیم مقاصد کو حاصل کرلے جائیں گے۔اس سلسلہ میں بھی نبی اکرم ﷺ کے قول'' خذوا عنی مناسککم ''پر عمل پیرا ہوں، جنت الفردوس اور مقام محمود پر فائز کیے جانے کی خوشخبری و بشارت سنائے جانے کے باوجود ظہر سے لے کر سورج غروب ہوجانے کے بعد تک پوری یکسوئی اور محویت کے ساتھ دعا میں مشغول رہیں۔اللہ کے رسول ﷺ کی فنائیت اور مشغولیت کا عالم یہ تھا کہ اونٹنی کا زمام و پکھا ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتا تو ایک ہاتھ نیچے کرکے اسے اٹھالیتے مگر دوسرا ہاتھ اللہ کے دربار میں جوں کا توں اٹھا ہی رہتا۔اتنی دیر بھی دست دعا دراز رکھنے سے باز آجانا گوارہ نہ تھا۔سلف کے احوال بھی اس سلسلہ میں پڑھ جائیں اور قدم قدم پر ان تمام ارکان ومناسک میں سنت نبوی کو اپنائیں اور اپنے تقلیدی اور رواجی مشن کا بازار گرم نہ کریں بلکہ اس سے باز آجائیں کہ یہ موقع سب کو کہاں میسر ہے۔

(۳) تیسرا پیغام یہ ہے کہ حج جیسی عظیم عبادت کا اجر وثواب ہر وقت مطمح نظر رہے اور قلب وجگر میں پیوست رہے۔ذہن و دماغ میں اس کے حصول کی تڑپ اور چاہت گھومتی رہے اور عمل وکردار کے سانچے میں ڈھلتی رہے۔حدیث رسول، اسوۂ پیغمبر آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں اور دلوں میں رچا بسا رہے۔اس کے فضائل، اس کے مسائل اور اس کے اجر وثواب کا استحضار ہر وقت رہے کہ حج گناہوں کا کفارہ ہے، جنت کی بشارت ہے۔انسان حج کرکے معصوم اور نوزائیدہ بچے کی طرح گناہوں سے مبرا ہوجاتا ہے۔ ہر ہر قدم پر گناہوں سے معافی اور اجر وثواب اور نیکیوں کا حصول ہوتا ہے۔طواف کے بعد کی دو رکعت کا ثواب بنی اسماعیل کے ایک آدمی کی گردن آزاد کرنے کے برابر ہے۔صفاومروہ کی سعی کا ثواب ستر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔عرفہ

کی شام میں ٹھہرنے والوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آکر فرشتوں میں فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے بندے پراگندہ بال اور آشفتہ حال ہماری رحمت کی آس لگائے آئے ہیں۔ اگر ان کے گناہ بالو کی مقدار ہوں یا بارش کے قطروں کے برابر یا سمندر کے جھاگ کی مقدار تو بھی یقیناً انہیں ہم نے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعلان بھی فرماتے ہیں کہ میرے بندو جاؤ تم بخشے بخشائے ہو اور وہ بھی جن کی تم نے شفاعت کی۔ جہاں تک رمی جمار کے اجروثواب، حلق وتقصیر پر رحمتوں کا نچھاور کیا جانا، سعی وطواف کا ثواب ہے تو سمجھو کہ اب مکمل طور پر پاک وصاف کردیئے گئے۔

(۴) حج کا یہ پیغام عام ہونا چاہئے کہ آپ جب سب سے بامقصد، نیک اور بہترین سفر پر نکلے ہیں تو آپ کے اندر خدمت خلق کے لیے بھرپور جذبات ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پاک و بابرکت اور افضل واقدس سرزمین پر، حرمت کے مہینہ میں، حرمت کے مقامات پر، رحمتوں کی برسات میں، نیک ساعات میں، پاکیزہ اور نورانی لمحات میں اور مناسک حج اور ایام عبادات میں امریکہ، افریقہ، اسٹریلیا، یورپ اور ساری دنیا کے اہل ایمان اور روحانی بھائیوں کی صحبت، ملاقات اور دیدار کا شرف بخشا ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں آپ کہ خود رحمان کے مہمان اور اس کے مہمانوں کے ہم زبان وہمراہ اور ہمنوا وہمنشین ہوجاتے ہیں۔ اس لیے آپ خود میزبانوں اور خادموں جیسے ہوجائیں، سوسو جان سے قربان ہوکر ان کی خدمت بجالائیں، ان کی دلجوئی کریں، ان کا خیال رکھیں، چند گھنٹوں اور چند ایام میں جلد بازی اور تھوڑی دیر کی کلفت برداشت کرکے ان کا دل جیت لیں۔ نہ جانے پھر وہ آپ سے کب ملیں گے؟ لوگوں کی طرف سے ایذارسانی کا گمان ہو تو طیش اور غصہ میں ہرگز نہ آئیں، اسے اپنا بھائی یا خود اپنا قصور سمجھ کر نظرانداز کرجائیں۔ **ادفع بالتی ھی احسن** کا اس سے بہتر چانس کب ملنے کو ہے۔ اور یہ تو بھول ہی جائیں کہ آپ سے بھی کسی طرح سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ اعضاء وجوارح اور برتاؤ اور قلب ودماغ میں کسی کے خلاف کچھ بھی نہ لائیں۔ سعی وطواف، رمی جمار، آنے جانے میں، آمد ورفت، نشست وبرخاست میں کسی بھی وقت ادنیٰ تکلیف کسی کو ہرگز نہ پہنچ پائے، اس کا خاص خیال رکھیں۔ اور زبان پر تو خیر کے کلمات اور اپنے بھائیوں کے لیے دعا کے الفاظ کے علاوہ کوئی حرف شکوہ آنے ہی نہ پائے چہ جائے کہ کسی کے خلاف یہ زبان چل جائے۔ افسوس کہ لوگ سر کے چند بال گرجانے، سونے اور انجانے میں سر پر چادر گذر جانے کا فتویٰ و کفارہ تو پوچھتے ہیں مگر دوسروں کو اپنے تصرفات، کلمات اور معاملات کے ذریعہ دسیوں تکلیف پہنچادیتے ہیں، اس پر کوئی فتویٰ دریافت نہیں کرتے، حالانکہ یہ یوں بھی حرام تھا چہ جائے کہ اس عظیم الشان سفر میں۔

اس تحریر کا آخری پیغام اپنے تمام لائق احترام اور پیارے بھائیوں اور بہنوں کے نام دل کی گہرائیوں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس شر وفساد، محن وفتن، افتراق واختلاف، نفاق وشقاق، نفرت وعداوت اور حسد وبغاوت کے زمانہ میں صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔ کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی زندگی ان ایام مبارکہ میں گذاریں، سلف صالح کے طریقہ واصول پر گامزن رہیں اور اس کے لیے دعا کریں۔ عقیدہ وایمان، اصلاح اعمال اور اسوہ محمدی کو اپنانے کے لیے یہ موسم ومقام سب سے زیادہ موزوں ومناسب حال اور موثر ومفید ہے۔ وہاں جاکر بھی کتاب وسنت کی ٹھیٹ پیروی نہ ہوئی، فرقہ بندی نہ گئی، شیرازہ بندی نہیں ہوئی، اللہ کی رسی کو اتفاق واتحاد اور سب مل کر یکجائی ویکسوئی سے نہ پکڑ سکے اور جب اللہ تعالیٰ نے سارے جہاں کے اہل ایمان اور اخوت اسلام کو اکٹھا کردیا اس کے شکرانے میں ان کے لیے محبت ومودت موجزن نہ ہوکر رنگ و نسل، مذہب ومسلک اور مشرب وطریقت وشریعت میں بٹے رہے تو پھر سمجھئے کہ رحمت الٰہی قریب آکر بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے۔ قبلہ وکعبہ، حرم پاک، دیار نبی مکرم، مہبط وحی اور صحابہ ومحدثین اور فقہاء ومجتہدین کی سرزمین پر بھی ہم خود ان کے نام پر کب تک بٹے رہیں گے؟ وہ تو روئے زمین پر سب سے زیادہ فتنوں سے نفور تھے، بڑے سے بڑے ظالم بادشاہوں، عوامی فتنوں اور خروج وبغاوت کے زمانہ میں امن وآشتی پسندی اور فتنوں سے دوری میں اپنی مثال آپ اور سلف صالحین وصحابہ وتابعین کے عملی نمونہ تھے۔

اس سلسلہ کا اہم پیغام اپنے بھائیوں کے نام یہ ہے کہ فرقہ بندی سے بچیں۔ خصوصاً اس سفر میں اس سے حذر کریں۔ فقہی ومسلکی لڑائیوں کو خیرباد کہہ دیں، **سددو و قاربوا** اور تبشیر وبشارت سے کام لیں اور **کونوا عباد اللہ اخوانا** کی عملی تصویر بن جائیں۔ سارے فکری، اعتقادی، عملی، مسلکی، نسلی، قومی، مذہبی، جغرافیائی تعصّبات، شدتوں اور تفرقوں سے تائب ہوں یا کم ازکم اس مبارک ومیمون سفر میں ان سب سے بچیں۔ اپنے افکار ونظریات اور تفریعات اور اختلافات کے لیے اسے میدان وموقع ہرگز نہ بنائیں۔ ہر طرح کی غوغائیت مظاہرہ، گروہ بندی، تحزب اور سیاست سے اس سرزمین پاک اور اس کے مبارک اوقات کو پاک وصاف رکھیں۔ کسی طرح کی بدامنی کو فروغ نہ دیں، نہ اس کا حصہ بنیں، کسی طرح کی نعرہ بازی، قلابازی اور سیاسی و مذہبی و مسلکی شعبدہ بازی سے باز رہیں۔ اپنی تنظیموں، گروہوں، احزاب اور جماعتوں

کی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے لیے وہاں نہ جائیں، اس مقدس جگہ اور مواسم خیر و عبادت کا اپنے خیالات ور جحانات اور جماعات کے لیے استحصال واستغلال نہ کریں۔ سیاسی نعرہ بازی ہرگز نہ کریں۔ خصوصا نام نہاد آزادی کے نام پر، طلب حقوق کے نام پر، مظلومیت وظلم کے نام پر، انصاف وعدل کے نام پر کسی طرح کی نہ سیاست کریں نہ اس کا حصہ بنیں اور نہ ہی کوئی خفیہ وعلانیہ بیان واعلان کریں، نہ سازشوں کے شکار ہوں۔ جتھہ بندی نہ کریں اور مسلمانوں، حکمرانوں اور جماعتوں کے بارے میں تشکیک وتحریض ہرگز پیدا نہ کریں۔ اور یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آپ امن کے شہر، امن کی سرزمین، امن کے مہینے میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سرزمین کے لیے امن کی دعا فرمائی اور یہاں محمد رسول اللہ ﷺ نے اسی شہر میں جانی دشمنوں کے لیے بھی پیغام امن دیا۔ نیز یہ کہ جس ملک سعودی عرب میں آپ حج کرنے گئے ہیں وہ ساری دنیا میں امن وصلح کا علمبردار ہے اور یہاں کسی طرح کی ادنی بدنظمی وخلفشار اور فتنہ وفساد پیدا کرنا ''وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ'' (حج:۲۵) کے زمرے میں آتا ہے جو آپ کے اجر وثواب اور حج کو فاسد کرنے کا پیش خیمہ ہے۔

سارے عالم اسلام، ساری انسانیت خصوصا مسلمان، مظلوم بھائیوں، جماعتوں اور قوموں کے بارے میں اپنے رب سے دعا کریں، حرمین شریفین کے خادمین، اس دیار مقدس کے شایان شان خدمت کرنے والوں، جاگنے بھاگنے والوں، فقید المثال وبے نظیر خدمت حرمین شریفین کرنے والوں کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں، قدیم وجدید پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں، وہاں کی عظیم وبے مثال سہولتوں، عمارتوں، قدم قدم پر حسن انتظامات اور تسہیلات پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ وہاں کے امن وامان، خدمت ضیوف الرحمٰن اور اللہ کے گھروں کے مہمانوں کے لیے رات دن ایک کردینے والوں، پورے سال اپنی پوری توانائی صرف کرنے والے میزبانوں کو اپنی خاص دعاؤں میں ہرگز نہ بھولیں۔ تاکہ ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ'' کے زمرہ ناشکراں میں نہ ڈال دیے جائیں، ''لئن شکرتم لازیدنکم'' کا مصداق بنیں اور کفران نعمت عظمی کرکے عذاب شدید کا شکار نہ ہوجائیں۔

اللہ تعالی ہمارے تمام حجاج کرام کو حج مبرور ومقبول عطا فرمائے، اوران کو مغفور ومرحوم اور سالم وغانم، گناہوں سے مبرا اور ثوابوں سے مزین ان کے وطن عزیز اور اولاد وازواج میں واپس لائیو۔ آمین وصلی اللہ علی النبی۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلی تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبہ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ '' جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جوحضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

نعمتوں کا شکریہ

مولانا اسعد اعظمی
جامعہ سلفیہ بنارس

اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا کیا، اوراس دنیا میں اسے بسایا، اوراس کی ضرورت کی تمام چیزیں اسے مہیا کیں، دوسری تمام مخلوقات سے اس کو منفرد بنایا، اسے عقل وشعور عطا کیا اوراسے ہر طرح سے معزز ومکرم بنایا۔ کائنات کی ہر چیز اس کے واسطے وجود بخشی گئی: ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِى الْأَرْضِ جَمِيْعاً﴾ (البقرۃ:۲۹)[اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لیے روئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا] ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى السَّمَاوَاتِ وَمَا فِى الْأَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ﴾ (الجاثیۃ:۱۳)[اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کردیا ہے]

تابع کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان کو تمہاری خدمت پر مامور کردیا ہے۔ تمھارے مصالح ومنافع اور تمھاری معاش سب انہی سے وابستہ ہے۔ جیسے چاند، سورج، روشن ستارے، بارش، بادل اور ہوائیں وغیرہ ہیں۔ اور''اپنی طرف سے'' کا مطلب اپنی رحمت اور فضل خاص سے ہے۔ (احسن البیان)

حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اوپر اللہ کا جو فضل واحسان ہے اور جو نعمتیں ہیں ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ﴿وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا﴾ (ابراھیم:۳۴) اب انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے محسن ومنعم کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتا رہے اوراس تعلق سے اس کے جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی میں لگا رہے۔

نعمت کیا ہے؟: نعمت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ نعمت نام ہے بے پناہ مال ودولت کا، بینک بیلنس کا، چمچماتی گاڑیوں اور انواع واقسام کے پرلطف کھانوں کا، وغیرہ وغیرہ۔ درحقیقت یہ نعمت کا بڑا محدود تصور ہے ورنہ نعمت کی حقیقت سمجھنا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث پر غور کیجیے جس میں آپ نے فرمایا:

''مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِى سِرْبِهِ مُعَافىً فِى جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا'' (ترمذی:۲۳۴۶، ابن ماجہ:۴۱۴۱، صحیح الجامع:۶۰۴۲)''جو شخص تم میں سے اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن وامان سے ہو، جسمانی لحاظ سے عافیت (اور تندرستی) میں ہو، اور ایک دن کی خوراک اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے پوری دنیا جمع کردی گئی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امن اور صحت کے ساتھ ایک دن کی خوراک فی الواقع انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، گویا اسے ایسی آسودگی حاصل ہوگئی جیسی کسی کو ساری دنیا مل جانے پر ہوسکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْاَلُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِى الْعَبْدَ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُقَالَ لَهُ اَلَمْ نُصِحَّ لَكَ جِسْمَكَ وَنُرْوِيكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ؟ (ترمذی:۳۳۵۸، صحیح الجامع:۲۰۲۲)''قیامت کے دن سب سے پہلے جس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ یہ ہوگی کہ بندے سے کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمھیں صحت مند جسم نہیں عطا کیا تھا، اور تمہیں ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟''

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً﴾ (الاسراء:۳۶)[بے شک کان، آنکھ اور دل ہر ایک کے بارے میں انسان سے پوچھا جائے گا] حدیث میں ہے کہ

يُؤْتىٰ بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ : اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ سَمْعاً وَبَصَراً وَمَالاً وَوَلَداً... (ترمذی:۲۴۲۸، صحیح الجامع:۷۹۹۷)

قیامت کے دن بندے کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ کیا میں نے تمہیں کان، آنکھ اور مال واولاد سے نہیں نوازا تھا...؟۔ (ترمذی-صحیح الجامع:۷۹۹۷)

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضىٰ عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا (مسلم۲۷۳۴)''اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کچھ کھاتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہے اور کچھ پیتا ہے تو اس پر بھی اس کی حمد کرتا ہے، اس کا شکر ادا کرتا ہے۔'' (مسلم) یعنی کم یا زیادہ کوئی چیز کھایا یا پیا تو یہ بھی اللہ کی ایسی نعمت ہے جس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ اس شکریہ پر خوش ہوتا ہے۔ اور جب بندہ سے اللہ تعالیٰ اس کی شکر گزاری پر خوش ہوگا تو نعمتوں میں اضافہ ہی کرے گا۔ ﴿لَئِن شَكَرْتُمْ لأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِى لَشَدِيْدٌ - سورہ ابراہیم:۷﴾[اگر تم شکر گزاری کروگے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر سے نکلے، دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی باہر ہیں، پوچھا کس وجہ سے اس وقت آپ لوگ گھروں سے نکلے ہیں، انھوں نے کہا کہ اے

اللہ کے رسول! بھوک کی وجہ سے۔آپ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے نکلا ہوں جس وجہ سے آپ دونوں نکلے ہیں۔ لہٰذا چلیں،آپ ان کو لے کر ایک انصاری آدمی کے گھر گئے،لیکن وہ گھر میں نہیں تھے۔ ان کی بیوی نے ان کو دیکھا تو خوش آمدید کہا،اللہ کے رسول نے ان سے پوچھا کہ صاحب خانہ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میٹھا پانی لانے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری آپہنچے۔اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے دو صحابہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمد للہ،آج کسی کے پاس میرے مہمانوں سے معزز و مکرم مہمان نہیں آئے ہوں گے۔پھر گئے اور کھجور کا ایک گچھا لائے جس میں کچھ تازہ، کچھ خشک اور کچھ ادھ پکی کھجوریں تھیں اور انھیں کھانے کے لیے پیش کیا۔پھر (جانور ذبح کرنے کے لیے) چھری اٹھائی،اللہ کے رسول نے کہا کہ دیکھو دودھ والی بکری نہ ذبح کرنا۔انھوں نے بکری ذبح کی،ان مہمانوں نے بکری کا گوشت اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔جب وہ لوگ کھا پی کر آسودہ ہو گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگوں سے ضرور قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔تم گھر سے بھوکے نکلے اور واپس ہونے سے پہلے اس نعمت سے محظوظ ہوئے۔ (مسلم:۲۰۳۸)

شکر کیسے ادا کیا جائے؟: اللہ تعالیٰ کی ہر چھوٹی بڑی نعمت پر شکریہ ادا کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اس بات کا اپنے دل اور زبان دونوں سے یہ اعتراف کریں کہ یہ سب نعمتیں اللہ کی عطا کی ہوئی ہیں اور یہ کہ اس کا محض فضل واحسان ہی ہے کہ اس نے ہمیں ان سے نوازا۔﴿**وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ**– سورہ نحل:۵۳﴾ [تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے] قارون کی طرح ہم نہ کہیں اور نہ سوچیں،قارون کو بے حساب دولت سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا،مگر وہ اسے اللہ کا عطیہ اور احسان ماننے کے بجائے اپنے ہنر اور تجربے کی دین مانتا تھا:﴿**قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي**– سورہ قصص:۷۸﴾ [یہ سب مجھے میرے علم اور تجربے کی بنا پر ہی دیا گیا ہے] یعنی اللہ کے فضل وکرم کا یہ نتیجہ نہیں بلکہ میرے تجربے اور فن کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔اور نہ ہی کفار کا طرز اختیار کریں جسے قرآن نے بیان کیا ہے﴿**وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي** – سورہ حم السجدۃ:۵۰﴾ [اور جو مصیبت اسے پہنچ چکی ہے اس کے بعد اگر ہم اسے کسی رحمت کا مزہ چکھائیں تو وہ کہتا ہے کہ اس کا تو میں حق دار ہی تھا] ایک مومن تو اللہ کی نعمتوں کا دل سے اعتراف کرتا ہے،زبان سے شکر ادا کرتا ہے اور اسے مکمل طور سے اس کا فضل واحسان مانتا ہے﴿**وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ**– سورہ ضحیٰ:۱۱﴾ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو۔یعنی بطور شکر وامتنان کے،نہ کہ فخر ومباہات کے لیے۔

نعمتوں کا شکریہ یہ بھی ہے کہ انھیں اللہ کی رضا کے کاموں میں ہی صرف کیا جائے۔انسان بسا اوقات مال و دولت کی نعمت پانے کے بعد اسے معصیت کے کاموں میں بے دریغ خرچ کرنے لگتا ہے،جسمانی قوت وطاقت کی نعمت کو حرام کاری اور ظلم وتعدی میں صرف کرتا ہے،اور یہی انسان ہے کہ جب مالی تنگی کے دور سے گذرتا ہے یا بیماری اور دوسری پریشانیوں میں مبتلا کیا جاتا ہے تو جزع فزع کرنے لگتا ہے، شکوے شکایتیں اور بسا اوقات تقدیر تک کو کوسنے لگتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حالتیں آزمائش کی ہیں،وسعت وفراخی کی حالت اور تنگی وبدحالی کی حالت۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح لفظوں میں فرمادیا ہے:﴿**وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً** – سورہ انبیاء:۳۵﴾ [ہم بطریق امتحان تم کو برائی اور بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں] کبھی مصائب وآلام سے دوچار کرکے اور کبھی دنیا کی نعمتیں دے کر،کبھی صحت وفراخی سے تو کبھی تنگی وبیماری کے ذریعہ۔تاکہ دیکھیں کہ کون نعمتوں پر شکر اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے اور کون نعمتیں پاکر بہک جاتا ہے اور پریشانی میں بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے۔نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

عَجَباً لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ. إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (مسلم:۲۹۹۹)''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اس کا سارا کام خیر ہی کا ہے اور ایسا معاملہ مومن کے علاوہ کسی اور کا نہیں، وہ اس طرح کہ اگر اسے کوئی مسرت کی چیز پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے تو یہ چیز اس کے لیے خیر ہوئی،اور اگر اسے کوئی ضرر یا تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور یہ چیز اس کے لیے خیر ہوتی ہے۔''

☆**شکریہ کا محرک**:اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دنیا میں بسنے والے انسانوں میں مادی وظاہری اعتبار سے بڑا تفاوت ہوتا ہے۔چاہے وہ مال ودولت کا معاملہ ہو یا صحت وتندرستی کا یا کسی اور طرح کی نعمت کا۔اس لیے شریعت نے ہمیں یہ ہدایت کی ہے کہ دنیاوی معاملات میں ہمیشہ اپنے سے کم تر کو نظر میں رکھا جائے تو اس سے نعمت کی قدر کا داعیہ پیدا ہوگا۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اُنْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (مسلم:۲۹۶۳)''اپنے سے نیچے والے کو دیکھو،اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو،ایسا کروگے تو اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھوگے۔ورنہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ ہمیشہ مزید کی تلاش میں رہتا ہے،بزبان نبوی:

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنَّ لَهُ وَادِياً آخَرَ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ، وَاللّٰهُ يَتُوبُ عَلَى مَنْ تَابَ (مسلم:۱۰۴۸)''اگر انسان کے پاس سونے کا ایک میدان ہو تو چاہے گا کہ ایک اور میدان سونے کا اسے مل جائے،اور مٹی کے علاوہ اور کوئی چیز اس کے منہ کو نہیں بھر سکتی اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔''

(بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

اس کارگہ حیات میں مشکلات وپریشانیوں سےنجات اور پرامن وسعادت زندگی اوراخروی سرخروئی کے لیے دعا مومن کا سب بڑا اور کامیاب ترین ہتھیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبادت وریاضت، میدان عمل اور دن کے اجالے اور رات کے اندھیرے میں رب کی یاد اور اس سے فریاد اور دعا سے قلب وجگر اور زبان ودہن تر رکھا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے اور امت کو اس کی تلقین کرتے نہیں تھکتے تھے حتی کہ اس کثرت سے "اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ" اور "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ" کا ورد فرماتے تھے کہ صحابہ کرام نے برجستہ سوال کرلیا اور فکرمندی رسول ﷺ کو بھانپ کر اور آپ کے مقام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کہ آپ کے پاؤں کبھی تزلزل کے شکار نہیں ہوسکتے اور نہ آپ کے دل کو دنیا اور نہ اس طرح کی آلائش سے نسبت ہوسکتی ہے۔ یہ تکرار اور بار بار اس دعا کے دوہرانے کے کیا معنیٰ ہیں؟! آپ ہمارے بارے میں کس اندیشہ میں مبتلا ہیں؟: "يَا رَسُولَ اللهِ، آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟" یہ جو زمانے نے آپ کی دعوت کو جھٹلا اور ٹھکرادیا ہے اور کفر وعناد کی انتہاء کردی ہے، لب کھولنا بھی مشکل کردیا ہے بلکہ جان کے لالے پڑ گئے ہیں، ان حالات میں ہم آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کی صداقت ورسالت کا دل وجان سے اقرار اور اعلان کیا اب جبکہ حالات کا رخ ہی ہماری طرف مڑ چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح ونصرت سے ہمکنار کردیا ہے تو آپ ہمارے ایمان کے بارے میں فکرمند ہیں کہ ہم دین سے پھر جائیں گے، ہمارے دل کج مج ہوجائیں گے اور ایمان کے راستے سے پلٹ جائیں گے اور ہمارے قدم راہِ حق سے ڈگمگ ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ، اندیشہ ہائے دراز میں مبتلا ہیں۔ آپ کو ڈر ہے کہ جب ہم ان سخت امتحانات و ابتلائات اور شدائد ومحن میں ثابت قدم رہ گئے تو اب اس یسر وسہولت کے دور میں کیوں کر منہ پھیر سکتے ہیں کہ اب آپ اس طرف توجہ دلا رہے ہیں؟ آخر ماجرا کیا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا تھا: "اِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ، يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ" (صحیح مسلم: ۲۶۵۴)

ہمارے اسلاف صحابہ کرام، تابعین عظام، محدثین ومفسرین ذی احترام، خادمین دین، ائمہ عظام اور فقہاء ومحدثین کی یہی دعا تھی اور تقریباً سب کا یہی وظیفہ تھا کہ "وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا"، ترجمہ: میں کبھی بھی تجھ سے دعا کرکے محروم نہیں رہا۔

امام المتقین وسید المسلمین اور امام الانبیاء کی سنن وہدایات کے سب سے بڑے متبع، اپنے زمانے میں خلق خدا کے سب سے بڑے محسن ومحبّ اور اپنے دشمنان جانی پر رحم کھانے والے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جن کے بعد ان کے علم وتقویٰ کا پاسنگ کرنے والا بھی اب تک پیدا نہیں ہوا اور ان کے افق علمی اور فلک ہائے علمیہ کے سامنے تاجوران علم و فقہ کی پگڑی سروں سے گرجاتی تھی جب وہ اس امام ہمام کے علوم ومعارف کی بلندی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بھی رات کے اندھیرے میں آبادی سے دور ویرانے میں پڑی قدیم مساجد میں جاکر سجدہ ریز ہوجاتے اور "یا معلم ابراہیم علمنی" جیسی دعاؤں میں روتے اور گڑگڑاتے تھے۔ سچ کہا ہے:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

الغرض تمام ہی علماء وفقہاء، محدثین ومجاہدین، عباد وزہاد اور اساتذہ وطلبہ، عوام و حکام مسلمین کا یہی وطیرہ ہوا کرتا تھا کہ وہ رہبان باللیل وفرسان بالنہار تھے اور آہ سحرگاہی، دعا نیم شبی اور مناجات الٰہی میں ان کے اوقات بسر ہوتے تھے اور اس عبادت عظمیٰ اور تعلق خاطر کبریٰ کو اپنی قوت سمجھتے تھے اور کسی لحمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رحمتوں سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

کاش کہ امت اس دعا اور دعوت کی اہمیت کو سمجھتی، ہمارے علماء، نوجوان، شباب وشبان، بچے بوڑھے اور مرد وعورت اس کو وظیفہ زندگی بناتے اور پھر دیکھتے کہ ان کے باغِ حیات اور گلشن ہستی میں کیسی بہار آتی ہے۔

اَتَهْزَأُ بِالدُّعَاءِ وَتَزْدَرِيهِ
وَمَا تَدْرِي بِمَا صَنَعَ الدُّعَاءُ
سِهَامُ اللَّيْلِ لَا تُخْطِي وَلَكِنْ
لَهَا اَمَد وَلِلاَمَدِ اِنْقِضَاءُ

ترجمہ: کیا تم دعا کا مذاق اڑاتے ہو اور اسے حقیر سمجھتے ہو۔ تمہیں دعا کی اہمیت و افادیت کا اندازہ نہیں ہے۔ رات کے تیر بے نشانہ نہیں جاتے لیکن اس کے بھی وقت ہوتے ہیں اور وقت ختم ہوجاتے ہیں تو مناسب وقت میں دعا اپنا اثر دکھاتی ہے۔

دراصل رب کے حضور دعا کا باب باب عالی ہے۔ اس سے جس کا لو لگا ہے اس کا دامن کبھی خالی نہیں رہا ہے۔ عجائب عالم میں اس کے طلسماتی اور کرشماتی ومعجزاتی آثار ونتائج سب سے نرالے ہیں، اسے اپنے پلو سے باندھ لو اور دنیا وآخرت کی ساری سرخروئیوں، کامرانیوں اور فتح مندیوں کو پالو۔

میرے عزیز واور جیالو! اگر گناہوں میں لت پت ہوچکے ہو، معاصی وعصیان کے پہاڑ جمع کرلیے ہو، اپنے نفسوں پر ظلم کی انتہاء کرلی ہے، پاپ کے گھڑے بھر چکے

ہیں اورتم نے اب راہ ورسم رجوع ومناجات اور باریابی کا کوئی منفذ نہیں چھوڑا ہے تو بس اتنا یادرکھو کہ تمہارے ایمان واسلام کا ابھی کچھ نہیں ہوا ہے۔اب بھی پانسہ پلٹ دینا تیرے اختیار میں مولیٰ نے دے رکھا ہے بس اس مولا وآقا کو جان لو کہ وہ دے کر خوش ہوتا ہے اور معاف کر کے بے انتہاء خوش ہوتا ہے اور اس کا یہ عام اعلان یاد رکھو:"قُل یَا عِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا عَلَیٰ اَنفُسِهِم لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا اِنَّهُ هُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ" (سورہ الزمر:۵۳)

ترجمہ: (میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔) اسی رب کریم کی شفقت ومحبت اور رحمت بھری یہ پیشکش ہے۔

اور یادرکھو کہ تمہارے پاپ اور گناہ آسمان بھر کے بھی ہو جائیں تو بھی اپنے رب اور آقا ومولیٰ کی طرف خالص طور پر رجوع کروگے تو وہ اسی قدر رحمتوں اور مغفرتوں کے ساتھ تمہیں اپنالے گا۔

ہاں، اپنے گناہوں کو یاد کرو، اس کی سنگینی کو پہچانو، اس کی ہولنا کی سے بچ کر اپنے رب کو اس یقین کے ساتھ پکارو کہ اس کی رحمتیں اس کے غضب کو جو تم دعوت اپنے گناہوں سے دیتے ہو اس سے کہیں زیادہ ہیں۔

یَا رَبِّ اِن عَظُمَت ذُنُوبِی کَثرَةً
فَلَقَد عَلِمتُ بِاَنَّ عَفوَکَ اَعظَمُ
اِن کَانَ لَا یَرجُوکَ اِلَّا مُحسِن
فَبِمَن یَلُوذُ وَیَستَجِیرُ المُجرِمُ
اَدعُوکَ رَبِّ کَمَا اَمَرتَ تَضَرُّعًا
فَاِذَا رَدَدتَ یَدِی فَمَن ذَا یَرحَمُ
مَا لِی اِلَیکَ وَسِیلَةٌ اِلَّا الرَّجَا
وَجَمِیلُ عَفوِکَ ثُمَّ اَنِّی مُسلِمُ

(ابونواس)

اے میرے پروردگار! میرے گناہ گرچہ ہمالیائی ہیں لیکن مجھے یہ پتا ہے کہ تیری معافی اس سے بھی عظیم تر ہے۔اگر تجھ سے صرف محسن (نیکوکار) ہی تجھ سے امید رکھ سکتے ہیں تو پھر جرم میں ملوث انسان کس کی پناہ میں آئے گا اور کس سے لو لگائے گا۔اے میرے پروردگار! تو نے جیسا حکم دیا ہے اسی طرح فروتنی کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں۔اگر تو ہی میرے ہاتھوں کو لوٹا دے گا تو پھر رحم وکرم کا معاملہ کون فرمائے گا۔میرے پاس امید اور تیری خوبصورت معافی کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار نہیں ہے پھر مزید ایک بات یہ ہے کہ میں مسلم ہوں۔۔۔۔۔

در در سے ٹھکرا کر کے سر رکھا تیری درگاہ پر
تو بھی نہ کر در سے بدر تجھ بن نہیں کوئی میرا

کہتے ہیں کہ ابونواس جیسا ہجو گو شاعر بھی محض ان اشعار مبنی بر ابتہال، تضرع کے ذریعہ بخش دیا جائے گا اور اس کے تمام ہزلیات وغزلیات کے مقابلے میں یہ چند اشعار ہی رحمت الٰہی کی برکھا برکھانے کے کافی وافی ہیں ان شاءاللہ

میرے محترم قارئین اور میرے عزیزو! اللہ پر یقین رکھنے والے میرے بھائیو! ماہ صیام کے بقیہ چند ایام اور ساعتوں کو غنیمت جانتے ہوئے کار خیر میں سبقت کرنے اور کاہلی اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ دعا جیسے عظیم سلاح سے مسلح ہو کر کامیاب وکامران ہو جائیں اور اپنے رب کریم کے سامنے دست سوال دراز کر کے دامن مراد بھر لیں اور ہمیں بھی اپنی ان نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۹ کا)

امیر محترم نے کہا کہ مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ علم دوست، علماء کے قدرداں، قومی وملی غیرت سے سرشار، مہمان نواز، اچھے انسان اور عظیم دینی، علمی اور سلفی خانوادے کے چشم وچراغ تھے، قومی وملی اور سماجی کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے اور دینی وملی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔بلاشبہ ان کا انتقال ملک وملت کا بڑا خسارہ ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، دینی ودعوتی اور تعلیمی خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جامعہ دارالسلام عمرآباد جس کے فیض یافتگان ملک وبیرون ملک دینی، دعوتی، تعلیمی اور تربیتی خدمات انجام دے رہے ہیں، کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اس چمنستان علم ودانش کو سدا بہار رکھے۔آمین۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا کا کا سعید احمد عمری صاحب تقریبا ایک ماہ سے علیل اور صاحب فراش تھے۔آج سہ پہر پونے تین بجے بعمر تقریبا 88/سال جامعہ دارالسلام عمرآباد کے اسپتال میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔پسماندگان میں چار صاحب زادے مولانا کا کا انیس احمد عمری صاحب جوائنٹ سکریٹری جامعہ دارالسلام عمرآباد، کا کا امین احمد، کا کا فہیم احمد، کا کا ندیم احمد، تین صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔نماز جنازہ کل مورخہ 12/مئی 2024ء کو بوقت گیارہ بجے صبح جامعہ دارالسلام عمرآباد میں ادا کی جائے گی۔ان شاءاللہ۔

پریس ریلیز میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران واراکین نے بھی مولانا کے انتقال پر رنج وافسوس کیا ہے اور ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

☆☆☆

آپسی اختلافات کو بڑھنے نہ دیں

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

اپنی ذات سے محبت اور اپنی جیت کی خواہش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ جو اس کے پاس ہے اسے دینے میں وہ بخیل اور جو دوسروں کے پاس ہے اس کا وہ لالچی اور حریص ہوتا ہے۔ چنانچہ باہمی اختلافات کا پایا جانا گرچہ چھوٹے ہی ہوں، یقینی امر ہے۔ اسی طرح ان کا نقطۂ نظر الگ الگ ہوتا ہے گرچہ اس میں بہت دوری نہ ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اختلافات بڑھ جاتے ہیں اور نقطۂ نظر میں دوری بن جاتی ہے یہاں تک کہ ان میں جھگڑے اور دشمنی کی نوبت آجاتی ہے اور پھر بہت دوری اور نفرت وجود میں آتی ہے۔ اور بالآخر ان سب کے باعث زندگی پیچیدہ، عیش وآرام میں بگاڑ وفساد، دلوں میں کینہ کپٹ اور سینوں میں تنگی پیدا ہوجاتی ہے اور نوبت یہاں تک آجاتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو نظر بھر کر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ اگر کہیں راستے میں مل جائے تو راستہ بدل لیتا ہے۔ اگر کہیں کسی محفل میں مل گیا تو وہاں سے فورا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دونوں ایک ہی مسجد کے نمازی تھے لیکن اختلافات کے باعث ایک یا دونوں ہی اس مسجد کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ قطع تعلق طول پکڑ لیتا ہے اور اسی طرح ماہ وسال گزرتے رہتے ہیں اور انہیں آپسی ملاقات میں دلچسپی ہی نہیں رہتی۔ بھلے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی دوریاں ختم ہوجائیں اور وہ پھر ایک بار میل جول رکھنے لگیں لیکن ان کا غصہ ہے کہ ٹھنڈا ہونے کا نام ہی نہیں لیتا اور ان کا دوری بنائے رکھنے کا رویہ جاری وساری رہتا ہے۔

اختلافات ختم کرنے میں عفوو درگزر کا کردار:

اختلافات کی آگ بجھانے اور اس کے شعلوں کو کم کرنے کا تیز ترین ذریعہ اور دشمنیوں کی حدت کو کم کرنے اور شعلوں کو بجھانے کا سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ اختلافات پر عفوو درگزر کی برف ڈالدی جائے، دلوں پر معافی تلافی کی بارش برسادی جائے اور رواداری کا پانی انڈیل دیا جائے تاکہ دل میل کچیل سے پاک وصاف ہوجائیں، پیار ومحبت کی جڑوں کی آبیاری ہوجائے اور الفت ومحبت کی ٹہنیاں پھر سرسبز وشاداب ہوجائیں۔ اس طرح باہمی اتفاق واتحاد کی فضا پیدا ہوگی، امت کے ہر فرد وسماج کو امن واطمینان نصیب ہوگا اور کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہونا ممکن ہوگا۔

اسلام آیا تو ظلم وزیادتی کے اسباب وذرائع کو مسترد کردیا اور انتقام کے وسوسوں پر بند باندھ دیا۔ بے شمار نصوص میں ایک مسلمان کو برائی کا جواب برائی سے نہ دینے کی ترغیب دی گئی۔ بلکہ اسے برائی کا مقابلہ اچھے ڈھنگ سے کرنے اور تکلیف پہنچے تو معاف کرنے کی ترغیب دی گئی۔ بردباری اپنانے، غصہ نہ کرنے، ذات کے لیے بدلہ نہ لینے پر ابھارا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ (فصلت:۳۴) ترجمہ: ''نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے ولی دوست۔'' دوسری جگہ فرمایا: وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (الشوریٰ:۴۰) ترجمہ: ''اور برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے۔ اور جو معاف کردے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ (فی الواقع) اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔''

باری تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عفوو درگزر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (الاعراف ۱۹۹) ترجمہ: ''آپ درگزر اختیار کریں۔ نیک کام کی تعلیم دیں۔ اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجائیں۔'' دوسرے مقام پر فرمایا: فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ (الحجر:۸۵) ترجمہ: ''آپ حسن وخوبی سے درگزر کرلیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو عفوو درگزر کا حکم دیا اور اس کا بدلہ ان کے گناہوں کی مغفرت اور اس کے رحم وکرم کی شکل میں بتایا۔ چنانچہ فرمایا: وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا (النور:۲۲) ترجمہ: ''اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کردیں۔'' دوسرے مقام پر فرمایا: وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (التغابن:۱۴) ترجمہ: ''اور اگر تم معاف کردو گے اور درگزر کروگے اور بخش دوگے تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔'' ایک اور مقام پر فرمایا: إِن تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَن سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (النساء:۱۴۹) ترجمہ: ''اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کرو یا پوشیدہ کسی برائی سے درگزر کرو پس یقیناً اللہ تعالیٰ پوری معافی کرنے والا ہے اور پوری قدرت والا ہے۔''

بلکہ مصیبت پر صبر کرنا اور دوسروں کی لغزشوں سے درگزر کرنا بعض مواقع پر واجب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (الشوریٰ:۴۳) ترجمہ: ''اور جو شخص صبر کرلے اور معاف کردے یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے (ایک کام) ہے۔ اور جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد ربانی ہے: وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران:۱۳۴)

ترجمہ: (پرہیزگاروں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) وہ غصہ پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے معاف کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

عفو و درگزر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی۔ آپ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا بلکہ معاف کردیتے اور درگزر فرماتے اور بھلائی کرتے۔حتی کہ کوئی آپ کے ساتھ بدخلقی سے پیش آتا تو آپ حسن خلق کا مظاہرہ فرماتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو مارا اور نہ خادم کو۔ ہاں جہاد فی سبیل اللہ کررہے ہوتے تو اور بات ہے۔ آپ کو اگر کسی سے کوئی گزند پہنچتی تو اس سے بھی انتقام نہیں لیتے الا یہ کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کا کوئی ارتکاب کررہا ہوتا تو اللہ کی خاطر انتقام لیتے۔(مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جارہا تھا۔ آپ نے نجران کی تیار کردہ چوڑے حاشیے والی چادر پہن رکھی تھی۔ اتنے میں ایک اعرابی نے آپ کو گھیر لیا اور زور سے چادر کو جھٹکا دیا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے کو دیکھا جس پر چادر کو زور سے کھینچنے کی بنا پر نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے کچھ مجھے دینے کا حکم دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ہنس پڑے، پھر آپ نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا۔(بخاری ومسلم)

فرد وسماج پر عفو ودرگزر کے اثرات: یہ فطری امر ہے کہ ہر بندہ کوئی نہ کوئی گناہ یا غلطی کرتا ہے۔ اس کے باوجود اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا رب اسے بخش دے اور اس کا مالک اسے معاف فرمادے۔ لوگوں سے درگزر کرنا اللہ کی معافی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور:۲۲) ترجمہ: ''اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخشدے؟ اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ مسطح بن اثاثہ کو اب کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لب کشائی کی تھی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائت سے متعلق آیت نازل فرمائی اور مومنوں کو اطمینان ہوگیا، ساتھ ہی جن لوگوں نے اس سلسلے میں کلام کیا تھا ان کی بھی توبہ قبول ہوگئی اور جن پر حد قذف جاری کرنی تھی وہ بھی جاری کردی گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ بڑے ہی سخی وفیاض تھے اور اپنے نیز پرایوں کا خاص خیال رکھتے تھے، آیت کریمہ: **الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔** (کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کردے؟ وہ بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔) نازل ہونے کے بعد کہنے لگے: ہاں کیوں نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی پسند ہے کہ تو ہمیں معاف فرمادے۔ اس کے بعد مسطح کو جو کچھ دیا کرتے تھے دوبارہ دینے لگے اور کہا کہ اب میں کبھی بھی اسے ان سے نہیں چھینوں گا۔''

یہ وہ پاکباز ومقدس نفوس تھے جنہیں سچائی کی روشنی نصیب ہوئی اور اجر وثواب کی ٹھنڈک ملی جس سے ان کے غصہ کی آگ بجھ گئی۔ یہ شریف لوگ تھے، عذر قبول کرلیتے تھے، غلطیوں سے درگزر کردیتے تھے، پرانی باتوں کو دفن کردیتے تھے اور ماضی کے کیے دھرے کو لپیٹ کر رکھ دیتے تھے۔ اگر کوئی ان کے سامنے عذر پیش کردیتا تھا تو اسے ڈانٹتے پھٹکارتے نہیں تھے بلکہ اپنے نفس کو ان سب باتوں سے بچا کر رکھتے تھے۔ وہ انہیں نہ تو لعن طعن کرتے تھے اور نہ ہی ان کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ روا رکھتے تھے۔ وہ یہ سب اجر وثواب اور رحمت الٰہی کی طلب کی نیت سے کرتے تھے۔ تو جو بھی چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی لغزشوں سے درگزر فرمادے، وہ اپنے بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر کرے۔ جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے رحم کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، کریم ہے کرم کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم سخت دل، درشت خو، خواہشات نفس کے پیرو نہ بنیں۔ اپنے رب سے اجر وثواب کے طلبگار بنیں۔ اس سے شرح صدر کا سوال کریں۔ جان لینے اور نصیحت مل جانے کے بعد تو کم ازکم دل کی سختی اور گمراہی میں پڑے رہنے سے بچیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (الزمر:۲۲) ترجمہ: ''کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے۔ اور ہلاکت ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے (اثر نہیں لیتے) بلکہ سخت ہوگیے ہیں۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔''

مسلمانو! اپنے اندر عفو ودرگزر، نرمی ورواداری اور رحمت ورافت کی عادت ڈالو اور یاد رکھو کہ یہ جنتیوں کی صفات ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جنتی تین طرح کے ہیں: ایسا سلطنت والا جو عادل ہے صدقہ کرنے والا ہے، اسے اچھائی کی توفیق دی گئی ہے۔ اور ایسا مہربان شخص جو ہر قرابت دار اور ہر مسلمان کے لیے نرم دل ہے اور وہ عفت شعار (برائیوں سے بچ کر چلنے والا) جو عیال دار ہے، پھر بھی سوال سے بچتا ہے۔(مسلم)

مذہب اسلام زبانی جمع خرچ کا دین نہیں ہے کہ صرف زبان سے دہرایا جاتا رہے اور نہ ہی نعروں پر مشتمل ہے جن کا اعلان کرتے رہیں اور اس کی عملی تصویر نہ بنیں

بلکہ خواہشات نفس کی پیروی کریں۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے دین کی اقدار ہیں جن کا قول وعمل سے ثبوت فراہم کرنا لازمی وضروری ہے۔اس کی بنیادی باتیں ہیں جنہیں ظاہر وباطن میں مضبوطی سے تھامنا واجب ہے۔اس کے اصول وضوابط ہیں جن کی روشنی میں اپنے نفس کی اصلاح کرنی فرض ہے۔اور ایک ایسا مکمل طریقہ کار ہے جسے اپنے گردوپیش کے ماحول کو برت کر دکھانا ہے۔شریعتیں وجود میں اسی لیے آتی ہیں کہ ان کے مطابق عمل پیرا ہوا جائے اور ان کی پوری پابندی کی جائے۔دین، ظاہر کی تبدیلی اور باطن کی پاکی وصفائی کے لیے ہوتا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت یا مال ومتاع کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں پر اس کی نظر رہتی ہے۔(مسلم)

عفو ودرگزر کے راستے میں رکاوٹ: مسلمانو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ دنیا میں عفو ودرگزر کے سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ اور بھاری اڑچن کیا ہے کہ اگر ہم اسے دور کر لے جائیں تو ہم ہر اس شخص کو معاف کرنے لگ جائیں جس نے ہمارے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ہم میں سے بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ عفو و درگزر کا مطلب کمزوری ہے اور اپنے حق سے وہی انسان دستبردار ہوتا ہے جو بے بس اور کمزور ہوتا ہے۔اسی طرح یہ ایک جاہلی سوچ ہے جو ہمارے ذہن ودماغ میں پیوست ہوگئی ہے کہ اگر آپ بھیڑیا نہیں بنیں گے تو دوسرے بھیڑیے آپ کو نگل جائیں گے جس کے نتیجے میں ہمارا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ جس کے ساتھ بھی کوئی ناشائستہ برتاؤ ہو وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے۔گرچہ یہ جاہلانہ طریقہ بعض بدمعاش غنڈوں کے سلسلے میں مؤثر ثابت ہوتا ہے لیکن ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا ہے۔جہاں تک حقیقی بلندی اور عملی طاقت کا تعلق ہے تو وہ تو اللہ کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ ہی کی رضا کے لیے انتقام کا جذبہ رکھنے والے اور عفو ودرگزر کا دامن تھامنے والوں کے ہاتھ لگتی ہے۔اس کی تائید فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے: صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور عفو ودرگزر کرنے سے آدمی کی عزت بڑھتی ہے، اور جو شخص اللہ کے لیے تواضع وانکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بلند فرمادیتا ہے۔(ترمذی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کوئی شخص پچھاڑ دینے سے طاقتور نہیں ہوتا۔طاقتور(مضبوط) وہ ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھتا ہے۔(مسلم)

اسلامی بھائی چارہ، محبت ومودت: اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا سماج ایک ترقی یافتہ فاضل سماج ہو جس میں محبت ومودت، بھائی چارے کی روح کارفرما ہو، مروت، فضیلت اور خلوص کو بالادستی حاصل ہو اور بھلائی، احسان، سخاوت کی کثرت ہو۔وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلم معاشرے کا ستون مضبوط، بنیادیں ٹھوس اور صفیں متفق ومتحد ہوں جن کے مقاصد یکساں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔

قلت بردباری، کثرت غیظ وغضب اور ارادۂ انتقام یہ سب گھٹیا اخلاق وعادات ہیں، بلکہ ہلاکت خیز آفتیں ومصیبتیں اور لاعلاج مرض ہیں۔جب کسی معاشرے میں در آتے ہیں تو اس کی بنیادیں ہلادیتے ہیں، ستونوں کو مسمار کردیتے ہیں اور اسے کسی گہرے گڈھے میں پہنچادیتے ہیں۔علاوہ ازیں معاشرے کے افراد کے درمیان پیار ومحبت کے بندھن کو کاٹ ڈالتے ہیں، دلوں کے درمیان الفت ومحبت کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ چھوڑنے کی وصیت ونصیحت فرمائی۔بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی نسخہ کیمیا بتایا کہ غصہ نہ کرو۔اس نے اپنا سوال کئی بار دہرایا لیکن آپ نے ہر بار غصہ نہ کرنے کی نصیحت کی۔بار بار غصہ نہ کرنے کی نصیحت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے برعکس بردباری اور نرمی محبوب خصلتیں ہیں۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہیں، یعنی بردباری اور تحمل۔'' اگر انسان اپنے حق میں ہر غلطی کرنے والے سے انتقام لینے لگ جائے تو اس کی زندگی بے کیف ہوجائے گی اور اس سے کوئی نزدیک ودور والا محفوظ نہ رہے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اختلاف وانتشار سے بچائے اور باہم شیر وشکر ہوکر زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔آمین

(بقیہ صفحہ ۳۰ کا)

معروف سماجی و سیاسی شخصیت جناب امتیاز نورانی صاحب کے والد گرامی جناب ماسٹر صدر الحق صاحب کا انتقال پُرملال: یہ جان کر بےحد رنج وافسوس ہوا کہ معروف سماجی وسیاسی شخصیت اور دہلی کے مشہور ہاسپٹل کرپس کے بانی وچیئرمین جناب امتیاز نورانی صاحب کے والد گرامی جناب ماسٹر صدر الحق صاحب کا مورخہ 10 مئی 2024ء کی شام بعمر تقریبا 85 سال انتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ماسٹر صدر الحق صاحب نہایت خلیق وملنسار، علم دوست اور مہمان نواز تھے اور تعلیمی، سماجی اور رفاہی کاموں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور علاقے میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔انہوں نے اپنے بچوں کی اعلی تعلیم وتربیت کی جو آج قوم ملت کی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان کی تدفین مورخہ 11 مئی 2024 کو آبائی وطن اشورہ، مدھوبنی، بہار میں عمل میں آئی۔پسماندگان میں اہلیہ سات بیٹے جناب افتخار جیلانی، جناب فاروق نظامی، مولانا نواب غلام ربانی سلفی، جناب امتیاز نورانی، ڈاکٹر خالد انجم عثمانی، مولانا حافظ ظفر امام، مرغوب نیازی، چار بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، خدمات کو قبول کرے اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین۔(شریک غم دعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

حج اور عمرہ کیسے کریں؟

شیخ محمد صالح العثیمین

حج اور عمرہ کرنے کا سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تا کہ اللہ کی محبت اور اس کی مغفرت کو پا لے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورہ آل عمران: ۳۱) ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔''

حج کے اقسام میں سب سے بہتر حج تمتع ہے اور یہ ان لوگوں کے لیے مناسب ہے جن کے پاس ھدی (قربانی کا جانور) نہیں ہے۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اسی کا حکم دیا اور تاکید بھی کی ہے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: ''**لو استقبلت من أمری ما استدبرت ما سقت الهدی ولحللت معکم.**'' اگر مجھے پہلے سے یہ بات معلوم ہوگئی ہوتی جواب معلوم ہوئی ہے تو میں ہدی نہ لاتا اور تمہارے ساتھ حلال ہو جاتا۔

تمتع وہ حج ہے کہ حج کے مہینے میں عمرہ مکمل کر کے حاجی حلال ہو جائے پھر حج کے لیے اسی سال احرام باندھے۔

عمرہ: ۱- جب آپ عمرہ کے لیے احرام کا ارادہ کریں تو غسل کریں جس طرح جنابت سے غسل کرتے ہیں۔ پھر احرام کے کپڑے ''لنگی اور چادر'' پہنیں۔ عورتیں زینت وسنگار کے علاوہ جو کپڑے چاہیں پہنیں پھر یہ دعاء پڑھیں: ''**لبیک عمرة لبیک اللهم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک.**'' ''اے اللہ! عمرہ کے لیے حاضر ہوں۔ اے اللہ! حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے پاس حاضر ہوں، بے شک تعریف، نعمت اور ملک تیرا ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔'' ''لبیک'' کا معنی ہے: ''اے اللہ! حج اور عمرہ میں سے جس چیز کو تو نے دعوت دی ہے میں نے قبول فرمائی۔''

۲- میقات سے احرام باندھ کر جب آپ مکہ پہونچیں تو عمرہ کے لیے خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کریں، طواف کو حجر اسود سے شروع کریں اور وہیں ختم کریں۔ پھر اگر آسانی ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے قریب ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں ورنہ دور ہی پڑھ لیں۔

۳- نماز پڑھنے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کریں، سعی کی ابتداء صفا سے کریں اور مروہ پر ختم کریں۔

۴- سعی کرنے کے بعد اپنے سر کے بال کٹوائیں۔ اب آپ کا عمرہ مکمل ہوگیا اپنے احرام کو کھول دیں۔

حج: ۱- حج کرنے کا ابتدائی طریقہ یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو میقات سے احرام باندھیں۔ اگر میسر ہو تو غسل کرلیں اور احرام کا لباس پہن لیں اور کہیں: ''**لبیک حجا، لبیک اللهم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک.**'' ''اے اللہ! حج کے لیے حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، تیرے پاس حاضر ہوں۔ بیشک تعریف، نعمت اور ملک تیرا ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔''

۲- پھر منیٰ کی طرف نکلیں اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز قصر کے ساتھ پڑھیں۔ یعنی چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھیں۔

۳- جب سورج طلوع ہو جائے تو عرفہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور ظہر، عصر کی نماز جمع تقدیم کے ساتھ دو، دو رکعت پڑھیں اور عرفہ میں سورج غروب ہونے تک ٹھہرے رہیں اور قبلہ کا استقبال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ذکر کریں دعاء میں مشغول رہیں۔

۴- سورج غروب ہو جائے تو عرفہ سے مزدلفہ کی طرف کوچ کریں اور وہاں مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھیں پھر ذکر واذکار کے لیے طلوع شمس تک ٹھہرے رہیں۔ اور اگر ضعیف ہیں کنکری مارنے کے وقت لوگوں کی مزاحمت (مصیبت) کی وجہ سے طاقت نہیں رکھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کہ رات کے آخری حصہ میں منیٰ کی طرف چل کر جائیں تا کہ لوگوں کے ازدحام سے پہلے شیطان کو پہلے کنکری ماریں۔

۵- جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہو جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں اور درج ذیل امور انجام دیں۔

(ا) جمرۂ عقبہ کو یہ جمرہ مکہ سے زیادہ قریب ہے سات کنکریاں پے در پے، یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہیں۔

(ب) پھر قربانی کے جانور کو ذبح کریں۔ ان میں سے خود کھائیں اور فقراء پر تقسیم کریں۔ ''ھدی'' (قربانی کا جانور) متمتع اور قارن پر واجب ہے۔

(ج) اپنے سر کے بال مونڈیں یا کاٹیں لیکن مونڈنا افضل ہے (اور عورت ایک

پورے کے بقدر بال کاٹے) اگر آسانی ہو تو یہ تینوں کام مذکورہ ترتیب کے مطابق انجام دیں، یعنی پہلے رمی کریں پھر ذبح کریں، پھر حلق کرائیں۔ اگر ان امور میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ رمی جمرہ، حلق اور قصر کے بعد آپ حالت احرام کی تمام ممنوعات سے مستفید ہو سکتے ہیں سوائے ہمبستری کے (کیوں کہ حلت کبریٰ کے بعد ہی بیوی آپ کے لیے حلال ہوگی)

۶- پھر مکہ کوچ کریں اور طواف افاضہ (حج کا طواف) اور صفاء، مروہ کی سعی کریں۔ طواف افاضہ کے بعد آپ کلی طور پر حلال ہو گئے ہیں اور حالت احرام کی تمام اشیاء حتی کہ بیوی بھی آپ کے لیے حلال ہوگئی۔

۷- سعی اور طواف کے بعد آپ منیٰ کی طرف نکلیں اور وہاں دسویں اور بارہویں ذی الحجہ کی رات گزاریں۔

۸- پھر گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکری ماریں، پہلے جمرہ سے شروع کریں (یہ مکہ سے سب سے دور ہے) پھر وسطیٰ، پھر جمرہ عقبہ، ہر ایک کو سات کنکریاں پے در پے اللہ اکبر کہتے ہوئے ماریں اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ کی رمی کے بعد قبلہ رو ہو کر اللہ سے دعا مانگیں۔ ان دونوں میں زوال سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔

۹- جب آپ بارہویں ذی الحجہ کو رمی مکمل کریں اور اگر جلدی نکلنا چاہیں تو غروب شمس سے پہلے منیٰ سے نکل جائیں اگر چاہیں تو تاخیر کریں اور یہی افضل ہے (چنانچہ تاخیر کی صورت میں) تیرہویں رات منیٰ میں گزاریں اور زوال کے بعد اس دن بھی تینوں جمرات کو ویسے ہی کنکری ماریں جیسا کہ بارہویں ذی الحجہ کو کنکری مارے تھے۔

جب آپ واپسی کا ارادہ کرلیں تو طواف وداع کریں البتہ حائضہ اور نفساء کے لیے طواف وداع نہیں ہے۔

فائدہ: حج اور عمرہ کا احرام باندھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ درج ذیل امور کی رعایت کریں:

۱- اللہ تعالیٰ نے جو دینی امور فرض کئے ہیں ان کا التزام کریں۔ مثلا پانچوں وقت کی نماز کا ادا کرنا۔

۲- جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اس سے اجتناب کریں۔ جیسے جماع، فسق وفجور اور نافرمانی سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۹۷) جس کسی نے ان مہینوں میں حج کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا تو وہ بیوی سے جماع نہ کرے اور گناہ کی کوئی بات کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔

۳- مشاعر حج یا دیگر جگہوں پر مسلمانوں کو اپنے قول وفعل سے نقصان نہ پہونچائیں۔

۴- حالت احرام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کریں۔ مثلا:

(أ) اپنے ناخن یا بال نہ کاٹیں۔ کانٹا اور اسی کے مثل کوئی چیز چبھ جانے پر خون نکل آئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ب) احرام باندھنے کے بعد اپنے بدن اور کپڑے میں خوشبو نہ استعمال کریں۔ نہ ہی خوشبودار صابن سے طہارت حاصل کریں، البتہ اگر احرام باندھنے کے موقع پر استعمال کئے ہوئے خوشبو کا اثر باقی رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(ج) خشکی کے حلال جانور کا شکار نہ کریں۔

(د) زوجین ایک دوسرے سے نہ مباشرت کریں نہ کوئی ایسی گفتگو کریں جس سے جنسی خواہش کو تحریک ہو۔

(ھ) اپنا یا دوسرے کا نکاح نہ کریں اور اسی طرح اپنے یا دوسرے کے لیے نکاح کا پیغام نہ دیں۔

(و) دستانہ نہ پہنیں اور اگر دونوں ہاتھوں کو چیتھڑے سے لپیٹ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مذکورہ بالا ممنوعات مرد اور عورت دونوں کے لیے عام ہیں۔

مرد کے لیے درج ذیل امور خاص ہیں:

(أ) اپنے سر کو ٹوپی سے نہ چھپائیں لیکن چھتری، گاڑی کی چھت، خیمہ اور پلاسٹک وغیرہ سے سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(ب) قمیص، عمامہ، ٹوپی، شلوار اور موزہ نہ پہنیں البتہ ازار نہ ملے تو شلوار پہنیں اور جوتے نہ میسر ہوں تو موزے پہن لیں۔

(ج) نیز عباء، قباء اور طاقیہ (پگڑی کے نیچے ٹوپی) وغیرہ بھی پہننا ممنوع ہے۔

☆ جوتا، انگوٹھی، چشمہ، ٹیلی اسکوپ Tele Scope (دوربین) گھڑی تھیلا یا بیگ وغیرہ کا پہننا یا لٹکانا جائز ہے۔

☆ غیر خوشبودار چیزوں سے طہارت ونظافت حاصل کریں اور اپنے سر اور بدن میں مل لیں اور اگر ملنے کے دوران بال ٹوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ عورت نقاب (جس سے چہرے کو ڈھانکا جاتا ہے اور آنکھیں کھلی ہوتی ہیں) نہ پہنے۔ نیز برقع کا استعمال بھی نہ کرے اور عورت کے لیے سنت یہی ہے کہ اپنا چہرہ کھلا رکھے لیکن محرم حضرات کے سامنے حالت احرام وغیرہ میں بھی پردہ کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور درود وسلام نازل ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور اصحاب پر۔

☆☆☆

مناسک حج وعمرہ میں اعتدال

محمد جنید بن عبدالمجید مکی
مدیر جمعیۃ الشبان المسلمین، بنارس

دین اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے تمام امور میں اعتدال اور توازن ہے، افراط وتفریط اور غلو وانتہا پسندی سے یہ دین بہت دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کے حاملین مسلمانوں کو امت اعتدال کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری ہے کہ: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (۱) اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت اعتدال بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوجائیں۔

اس لئے نبی کریم ﷺ بھی صحابہ کرام کو اسی بات کی تلقین کرتے رہے "القصد القصد تبلغوا" (۲) اعتدال اختیار کرو اس اعتدال سے تم اپنی منزل مقصود پر پہونچ جاؤگے۔

اسی لئے حقوق ومعاملات، حدود وتعزیرات اور اعتقادات وعبادات غرضیکہ اسلام کے جتنے بھی احکام ہیں ان میں اعتدال کا عنصر نمایاں نظر آئے گا، اگر ہم اسلام کے عظیم رکن حج پر نظر ڈالیں اور اس کا تجزیہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ حج کے مسائل ومناسک میں اسلام نے کس طرح اعتدال کا التزام کیا ہے۔

حج کی فرضیت: حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے، چونکہ وہ بدنی ومالی عبادت ہے اسلئے غیر مستطیع پر واجب نہیں ہے تاکہ وہ حرج اور مشقت میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ نے اس اعتدال کو یوں واضح فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۳) اللہ کے لئے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

اور مستطیع پر بھی اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک بار حج فرض کیا ہے اس لئے کہ اس میں بہت مشقت ہے اور مختلف دشوار گزار مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "خطبنا رسول الله ﷺ فقال: أيها الناس قد فرض الله عليكم الحج فحجوا، فقال رجل: أكل عام يا رسول الله؟ فسكت حتى قالها ثلاثا فقال رسول الله ﷺ: لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم" (۴) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو، ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہر سال؟ آپ خاموش رہے، اس نے تین بار یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہوجاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے، شریعت نے یہ بھی آسانی رکھی ہے کہ اگر کسی کے پاس مالی استطاعت ہے بدنی استطاعت نہیں ہے تو کسی کو اپنا وکیل اور نائب بنا کر حج پر بھیج سکتا ہے بشرطیکہ وہ پہلے خود اپنا حج کرچکا ہو، اسی طرح میت کی طرف سے بھی حج وعمرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ (۵)

حج کے اقسام: حج میں اعتدال کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ شریعت میں حج کے مختلف انواع بیان کئے گئے ہیں۔ افراد، قران، تمتع۔ شریعت نے کسی ایک نوع کو واجب نہیں قرار دیا، بلکہ ان تینوں انواع میں سے کسی بھی حج کی نیت کرکے احرام باندھ لے تو اس کا حج صحیح ہے اور اس پر سے فریضۂ حج ساقط ہوجائے گا۔

احرام: ارکان حج وعمرہ میں سے ایک رکن احرام ہے، لیکن اس میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا کہ اس میں کسی خاص لباس کو متعین نہیں کیا گیا کہ لوگ مشقت میں پڑیں بلکہ مردوں کیلئے بغیر سلے دو صاف کپڑے ایک تہبند اور ایک چادر کو احرام کا لباس قرار دیا گیا تاکہ عام لوگوں کو آسانی کے ساتھ دستیاب ہوجائے، البتہ اگر سفید ہو تو مستحب ہے اور جوتا وچپل وہ پہنے جو ٹخنوں کو نہ ڈھانپے لیکن عورتوں کے لئے وہی کپڑے احرام ہیں جو عموماً وہ پہنتی ہیں البتہ حالت احرام میں عورت نقاب اور دستانہ نہیں پہنے گی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ولا تنتقب المحرمة ولا تلبس القفازين" (۶) اور عورت حالت احرام میں نقاب نہ پہنے اور نہ ہی دستانہ۔

وقوف عرفہ: حج میں اعتدال کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وقوف عرفہ جو حج کا سب سے عظیم رکن ہے، بغیر اس کے حج نہیں ہوگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الحج عرفة، حج وقوف عرفہ کا نام ہے اس کا وقت نویں ذی الحجہ کو طلوع فجر سے لیکر دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر تک ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نویں ذی الحجہ کو دن میں وقوف نہ کرسکے اور دسویں ذی الحجہ کی رات میں وقوف کرلے تو اس کے حج کا یہ عظیم رکن ادا ہوجائے گا۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے حضرت عروہ بن مضرس سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عہد رسالت میں حج کیا تو رات کے وقت حاجیوں سے ان کی ملاقات مزدلفہ میں ہوئی، پھر وہاں سے وہ عرفات گئے پھر وہاں سے واپس ہوکر مزدلفہ آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول: میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سواری کو بہت تھکایا تو کیا میرا حج ہوجائے گا آپ ﷺ نے فرمایا "من صلى معنا صلاة الغداة بجمع ووقف معنا حتى نفيض وقد افاض قبل ذلك من عرفات ليلا أو نهارا فقد تم حجه وقضى تفثه" (۷) جس نے ہمارے ساتھ نماز فجر مزدلفہ میں پڑھی اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہاں تک کہ ہم واپس ہوں اور اس سے پہلے وہ عرفات سے واپس ہوا ہے رات یا دن میں کسی وقت تو اس کا حج پورا ہوگیا اور اس نے اپنے میل کچیل کو دور کرلیا۔

رمی جمرات: حج میں اعتدال کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ رمی جمرات میں لوگوں کو آزاد نہیں رکھا گیا کہ جس طرح چاہیں اور جتنے بڑے پتھر سے چاہیں رمی کریں جیسا کہ آج کل بعض حجاج کرام نادانی میں کرتے ہیں اور دوسرے حاجیوں کے لئے

مصیبت اور پریشانی کا سبب بنتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کی دس تاریخ کی صبح فرمایا جب کہ آپ سواری پر تھے کہ میرے لئے کنکری چن لو، میں نے چھوٹی چھوٹی کنکری کو چنا جن کو آسانی سے انگلیوں پر رکھ کر پھینکا جاسکے تو آپ نے اپنے ہاتھ میں رکھ کر دوبار فرمایا "بامثال هؤلاء" اسی طرح ہونا چاہئے اور یہ بھی ارشاد فرمایا: "ایاکم والغلو فانما هلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین" (۸) غلو سے بچو، اس لئے کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ دین میں غلو کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمی جمرہ کے موقع پر یہ بھی فرمایا "یا أیها الناس لایقتل بعضکم بعضا واذا رمیتم الجمرة فارموا بمثل حصی الخذف" اے لوگو! تم میں سے بعض بعض کو قتل نہ کردے، جب تم رمی جمرہ کرو تو ان کنکریوں سے رمی کرو جن کو بآسانی انگلیوں پر رکھ کر پھینکا جاسکے۔ ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ اثرم نے خذف کی تعریف یوں کی ہے کہ چنے سے تھوڑا بڑا اور بندق پھل سے چھوٹا ہوتا ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بکری کے مینگنی کے برابر پتھر سے رمی کیا کرتے تھے۔ (۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث "ایاکم والغلو......" پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عام لفظ کا سبب رمی جمرات ہے، جو کہ اس ممانعت میں داخل ہے، اور اس میں غلو یہ ہے کہ بڑے بڑے پتھر یا اس طرح کی چیزوں سے رمی کی جائے جو چھوٹی کنکریوں سے بڑی ہوں اور جب کہ پچھلی امتوں کی ہلاکت کا سبب غلو فی الدین ہے جیسا کہ نصاریٰ کی حالت ہے تو یہ ممانعت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان لوگوں کی مشابہت سے کلی طور پر بچا جائے تاکہ یہ امت ہلاکت میں نہ پڑے۔ (۱۰)

رمی جمرات کے سلسلے میں شریعت نے یہ بھی آسانی رکھی ہے کہ کنکریاں مزدلفہ یا منی جاتے ہوئے راستے میں یا منی سے جہاں سے بھی بآسانی مل جائیں انھیں چن لیں اور انھیں دھونے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا تھا، اور آپ کا فرمان ہے "خذوا عنی مناسککم، خذوا عنی مناسککم" حج کے مناسک مجھ سے سیکھو۔ کنکری مارنے میں اعتدال کو ملحوظ رکھیں اور حد سے تجاوز نہ کریں کہ کسی کو تکلیف پہونچے۔ اس لئے کہ بعض حضرات بڑے بڑے پتھر لیکر اتنی زور سے مارتے ہیں کہ کسی کو لگ جائے تو اس کا سر پھٹ جائے یا آنکھ ضائع ہوجائے اسی طرح بعض لوگ جوتے سے مارتے ہیں کہ شیطان مار رہے ہیں حالانکہ وہ شیطان نہیں بلکہ حکم الٰہی ہے جسے نبی کریم ﷺ کی تعلیم کے مطابق بجالانا ہے۔ اسی طرح ساتوں کنکریوں کو اکٹھا مارنا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ایک ایک کرکے مارنا ہے یعنی کنکری مارنے میں بھی اعتدال کو اپنایا جائے اور افراط وتفریط سے بچا جائے۔

رمی جمرات میں توکیل: کنکری مارنے میں آسانی کی خاطر توکیل بھی جائز ہے یعنی بچے، بوڑھے، کمزور اور عورتیں جو اپنی کنکری نہ مار سکیں ان کی جانب سے نائب بن کر کنکریاں مارنا صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حججنا مع رسول الله ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم" (۱۱) ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے، بچوں کا تلبیہ بھی ہم نے کہا اور ان کی طرف سے کنکریاں بھی ماریں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فاتقوا الله مااستطعتم﴾ (۱۲) پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

تو جو شخص کسی بچے، عورت یا کسی بوڑھے شخص کی کنکریاں مارنا چاہے وہ پہلے اپنی مارے پھر اسی جگہ اس شخص کی طرف سے مارے گا، یہ نہیں کہ پہلے اپنی کنکریاں مارنے کیلئے جائے پھر واپس ہوکر دوبارہ اس کے لئے جائے اس میں مشقت ہے اور اسلام آسانی اور اعتدال چاہتا ہے۔ (۱۳)

طواف کعبہ وحجر اسود کا بوسہ:

حج وعمرہ میں توسط اور اعتدال کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ طواف میں حجر اسود کا بوسہ جو سنت مؤکدہ ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ بآسانی دیا جاسکے اور اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو اس کی طرف اشارہ کرنا ہی کافی ہے، اگر بوسہ دینے میں دیگر مسلمانوں کو تکلیف پہونچنے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں حجر اسود کا بوسہ نہیں دے گا بلکہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہوگا (۱۴) یہ اس شریعت میں آسانی کا ایک نمونہ اور حج وعمرہ کے احکام میں اعتدال کی ایک واضح مثال ہے کہ شریعت نے مسلمانوں کے حقوق وراحت کا کس درجہ خیال کیا ہے۔

اس کی تاکید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام احمدؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "یاعمر! انک رجل قوی لاتزاحم علی الحجر فتوذی الضعیف، ان وجدت خلوة فاستلمه والا فاستقبله فهلل وکبر" (۱۵) اے عمر! تم مضبوط آدمی ہو حجر اسود کو بوسہ دینے میں بھیڑ مت لگاؤ کہ کمزور کو تکلیف پہونچاؤ اگر خالی پاؤ تو بوسہ دے دو ورنہ اس کے سامنے آکر تہلیل وتکبیر کہو۔

امام ابن عبدالبر نے تمہید میں نقل کیا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص قدرت رکھے اس کے لئے طواف میں حجر اسود کا بوسہ دینا حج کی سنتوں میں سے ہے، اور جو شخص بوسہ کی طاقت نہ رکھے وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر اسے چوم لے، اگر بھیڑ کی وجہ سے ہاتھ بھی نہ رکھ سکے تب اس کے سامنے آکر تکبیر کہے اور اگر یہ بھی نہیں کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ طواف کعبہ میں یہ بھی آسانی ہے کہ اگر اس کا کچھ حصہ گراؤنڈ فلور پر اور کچھ حصہ بھیڑ کی وجہ سے پہلی، دوسری یا تیسری منزل یا چھت پر سے کیا جائے تو بھی طواف صحیح ہے (۱۶) طواف کی دو رکعت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہی ادا کیا جائے بلکہ اس میں بھی یہ سہولت ہے کہ ازدحام کی وجہ سے حرم شریف میں کہیں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ (۱۷)

طواف کے ہر چکر کے لئے مخصوص دعا بھی وارد نہیں ہے بلکہ تلاوت قرآن،

استغفار واذکار، تسبیح وتہلیل اور جو بھی دعا کرنا چاہے کرے، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار" (۱۸) پڑھنا مستحب ہے۔(۱۹)

طواف کے بارے میں یہ بھی سہولت ہے کہ اگر کسی نے ایام حج میں تمام ارکان حج کو ادا کر دیا لیکن طواف افاضہ نہیں کر سکا اور اس کو حج کے بعد فوراً سفر درپیش ہے تو وہ طواف افاضہ اور طواف وداع کی نیت سے ایک ہی طواف بھی کر لے گا تو اس کے لئے کافی ہو جائے گا، البتہ اگر طواف وداع الگ سے کر لے تو افضل ہے۔(۲۰)

مناسک حج میں تقدیم وتاخیر: مناسک حج میں اعتدال کی تعلیم بھی کس قدر حکمت پر مبنی ہے کہ دسویں ذی الحجہ جو حجاج کرام کیلئے انتہائی مصروف ترین دن ہوتا ہے اس دن مناسک حج رمی جمرہ، قربانی، حلق یا قصر اور طواف افاضہ کو بالترتیب کرنا سنت ہے۔ لیکن ان مناسک میں اگر تقدیم وتاخیر ہو جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں بلکہ اعتدال کا پہلو یہ ہے کہ اس میں تشدد نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دم وغیرہ ہے جیسا کہ بعض لوگ بیچارے حجاج کرام کو پریشان کرتے ہیں اور دم دلواتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ ﷺ منی میں کھڑے تھے لوگ سوال کرنے لگے، ایک نے پوچھا کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا تو آپ ﷺ نے جواب دیا جاؤ قربانی کرو کوئی حرج نہیں۔ دوسرے نے پوچھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ کنکریاں مارو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اس دن جس نے بھی تقدیم وتاخیر کا کوئی سوال کیا تو اس کو آپ ﷺ نے یہی جواب دیا "افعل ولا حرج" جاؤ کرو کوئی حرج نہیں۔(۲۱)

تنعیم وغیرہ سے بکثرت عمرہ کی حیثیت: حج کے بعد بعض حجاج کرام تنعیم یا جعرانہ وغیرہ سے بکثرت عمرہ کرتے ہیں یہ غیر مشروع اور اعتدال کے منافی ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے حج کے بعد عمرہ نہیں کیا۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تنعیم سے عمرہ کیا تھا اس وجہ سے کہ دخول مکہ کے وقت وہ دیگر صحابہ کرام کے ساتھ حیض کی وجہ سے عمرہ نہیں کر سکی تھیں، تو جو اس طرح کی حالت سے دوچار ہو اس کیلئے حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حجاج کرام سے یہ مخفی نہیں ہے کہ عمرہ کی اس کثرت کی وجہ سے کتنی مشکلیں درپیش ہوتی ہیں۔ اور ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے کتنے حادثات ہو جاتے ہیں، اس لئے عمرہ کی ادائیگی میں نبی کریم ﷺ کی سنت اور اعتدال ووسطیت کا احترام ضروری ہے۔(۲۲)

زیارت قبر نبوی اور مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی حیثیت: حج وعمرہ کے متعلق یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت یا مسجد نبوی میں چالیس وقت کی نمازوں کا حج وعمرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے(۲۳) جیسا کہ بعض حجاج کرام سمجھتے ہیں اور فضائل حج وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سلسلے میں جو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں وہ ثابت نہیں ہیں مثلاً یہ حدیث کہ "من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی" جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے میرے ساتھ بدخلقی کی۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ (۲۴) اور یہ حدیث کہ "من صلی فی مسجدی أربعین صلاة لاتفوته صلاة کتب له براءة من النار وبراءة من العذاب وبری من النفاق" جس نے میری مسجد میں چالیس وقت کی نماز پڑھی اس کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی اس کیلئے جہنم اور عذاب جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث بھی منکر ہے قابل احتجاج نہیں ہے۔(۲۵)

مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز کے ثواب کے بارے میں اعتدال کا موقف اختیار کرنا چاہئے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ "**لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد، المسجد الحرام ومسجدالرسول** ﷺ **ومسجد الأقصی**"۔(۲۶) تین مسجدوں کے علاوہ کہیں ثواب کی غرض سے سفر نہ کیا جائے، مسجد حرام، مسجد نبوی ومسجد اقصیٰ۔

اس طرح صحیح حدیث میں یہ وارد ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے، حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں "**صلاة فی مسجدی هذا أفضل من ألف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام**" (۲۷) کہ میری اس مسجد میں نماز، مسجد حرام کے علاوہ بقیہ مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ کے قیام کو غنیمت جانتے ہوئے کوشش ہونی چاہئے کہ زیادہ تر نمازیں مسجد نبوی میں ادا ہوں تاکہ ایک ہزار کا عظیم ثواب حاصل ہو اور اس موقع پر مستحب ہے کہ قبر رسول ﷺ کی زیارت بھی مشروع طریقے پر کی جائے۔

لہٰذا مسجد نبوی کی زیارت اور نماز کے سلسلے میں مبالغہ آرائی اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ مناسک حج وعمرہ میں اعتدال کے مختلف مظاہر ہیں جن میں سے چند بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ تمام مسلمانوں کو حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے اور اس میں اعتدال اور وسطیت کی توفیق بخشے اور تمام دینی امور میں افراط وتفریط اور غلو وانتہا پسندی سے محفوظ رکھے، آمین۔ **والله أعلم وصلی الله علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه وسلم**

(حواشی)

(۱) البقرة:۱۴۳ (۲) صحیح بخاری: ح۶۴۶۳ (۳) آل عمران:۹۷ (۴) صحیح مسلم: ح۳۲۵۷ (۵) فتاویٰ اللجنة الدائمة ۱۱/۷۶ (۶) صحیح بخاری: ح۱۸۳۸، التحقیق والایضاح لابن باز: ۱۵-۱۶ (۷) مسند احمد: ح۱۶۲۰۸ (۸) مسند احمد: ح۳۲۴۸ (۹) المغنی: ۵/۲۸۹ (۱۰) اقتضاء الصراط المستقیم ۱/۳۲۹ (۱۱) ابن ماجه: ح۳۰۳۸ (۱۲) التغابن: ۱۶ (۱۳) دیکھئے فتاوی اللجنة الدائمة: ص۷۶:۲۸۳، التحقیق والایضاح لابن باز: ۳۷-۴۷ (۱۴) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۲۹ (۱۵) مسند احمد: ح۱۹۰ (۱۶) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۳۱ (۱۷) فتاویٰ ابن باز: ص۱۵۱ (۱۸) البقرة:۲۰۱ (۱۹) التحقیق والایضاح: ص۴۴ (۲۰) فتاویٰ اللجنة الدائمة: ۱۱/۲۵۴، ۳۰۰ (۲۱) صحیح بخاری: ح۸۳، ۱۷۳۶ (۲۲) التحقیق والایضاح: ۲۵، ۲۶ (۲۳) دیکھئے التحقیق والایضاح: ۱۰۰-۱۰۴، فتاویٰ اللجنة الدائمة ۱۱/۳۶۲ (۲۴) الموضوعات لابن الجوزی ۲/۲۱۷، الاحادیث الموضوعة للصغانی: ص۶، السلسلة الضعیفة ۱/۱۱۹ (۲۵) السلسلة الضعیفة: ۱/۵۴۰ (۲۶) صحیح بخاری: ح۱۱۸۹، صحیح مسلم: ح۱۳۹۷ (۲۷) صحیح مسلم: ۱۳۹۴ ☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

غریبوں کا حج وعمرہ

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی، بہار

الحمدلله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده اما بعد:

محترم قارئین! رب العالمین کے گھر کی زیارت کا کسے شوق نہیں، کون نہیں چاہتا کہ وہ کعبہ کا دیدار کرے، حج یا عمرہ کرے مگر آج کے اس مہنگائی بھرے دور میں ہر کس وناکس کے لئے حج وعمرہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ ایک بار حج کرنے کے لئے کم سے کم پانچ لاکھ اور عمرہ کرنے کے لئے کم سے کم 70 یا 80 ہزار روپے چاہئے، دراصل حج یا عمرے کا مہنگا ہوجانا یہ ایجنٹ حضرات کی وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں کے دینی جذبات سے بیجا اور حد سے زیادہ فائدہ اٹھالیتے ہیں، اور کتنے ایسے ایجنٹ حضرات ہیں جنہوں نے لوگوں کو سستا حج وعمرہ کے نام پر بیوقوف بنا کر کئی لاکھ روپے لیکر فرار ہوگئے اور لوگ روتے دھوتے رہ گئے، اسی لئے ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں اور دوسروں کو بھی ہوشیار کریں! اگر اللہ نے مال ودولت سے نوازا ہے تو بلا تاخیر پہلی فرصت میں ہی حج وعمرہ کرلیں اور اگر اللہ نے طاقت نہیں دی ہے تو رب ذوالجلال والاکرام سے مسلسل دعا کرتے رہیں وہ مسبب الاسباب ہے خلوص دل سے مانگی ہوئی دعا کو وہ ضرور شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور مندرجہ ذیل میں دئے گئے اعمال کو بجالائیں اور حج وعمرہ کا ثواب اپنے خزانے میں جمع کرتے رہیں!!

1- حج کا پختہ ارادہ رکھنا:

اگر ایک مسلمان حج کرنے کی پکی وسچی نیت رکھے تو اس پر بھی اسے اجر وثواب ملے گا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا مگر وہ اس کو انجام نہیں دے سکا تو اللہ اس کے لئے ایک مکمل ثواب لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے اپنے ارادے کے مطابق نیکی کو انجام دے دیا تو اللہ اس کے نیکیوں کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ لکھے گا۔ (بخاری: 6491، مسلم: 131)

2- باوضو ہوکر گھر سے فرض نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانا: اگر کوئی شخص اپنے گھر سے باوضو ہوکر مسجد صرف اور صرف اس لئے جائے تاکہ وہ کوئی فرض نماز ادا کرے تو یہ عمل بھی اجر وثواب میں حج کے برابر ہے جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ..." اگر کوئی شخص اپنے گھر سے باوضو ہوکر فرض نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو اسے حج کا احرام باندھنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے۔ (صحیح ابوداود: 520)

3- چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانا:

اگر کوئی شخص مسجد صرف اس نیت سے جائے کہ وہ چاشت کی نماز ادا کرے گا تو اس کا یہ عمل عمرے کے برابر ہے جیسا کہ ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "......وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ...." اور جو شخص چاشت کی نماز کے لئے نکلے اور اس کا مقصد صرف اور صرف یہی نماز ہے تو ایسے آدمی کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح ابوداود: 520)

وفی روایۃ: ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فِي الْجَمَاعَةِ فَهِيَ كَحَجَّةٍ وَمَنْ مَشَى إِلَى صَلَاةِ تَطَوُّعٍ فَهِيَ كَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ" یعنی جو شخص مسجد کی طرف فرض نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اجر وثواب میں یہ عمل حج کے برابر ہے اور جو شخص کسی نفل (یعنی چاشت کی) نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جائے تو یہ عمل اجر وثواب میں مکمل عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ (صحیح الجامع: 6556)

4- فجر کی نماز باجماعت ادا کرکے اسی جگہ پر چاشت کی نماز ادا کرکے مسجد سے نکلنا:

جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے اور پھر وہ اسی جگہ پر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک ذکر واذکار میں مشغول رہے اور جب سورج اچھی طرح طلوع ہوجائے (تقریبا 15 / یا 20 / منٹ بعد) تو وہ چاشت کی نماز ادا کرکے مسجد سے نکلے تو ایسے شخص کو بھی مکمل حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ" یعنی جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے اور پھر اسی جگہ پر سورج کے طلوع ہونے تک ذکر واذکار میں مشغول رہے پھر سورج نکلنے کے بعد دو رکعت چاشت کی نماز ادا کرلے تو اس کا یہ عمل ایک مکمل حج اور ایک مکمل عمرے کے ثواب کے برابر ہے۔ (الصحیحۃ: 3403، صحیح الترمذی للألبانی: 586)

5- مساجد کے اندر علمی حلقوں میں شریک ہونا: اگر کوئی شخص اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف صرف اس مقصد سے جائے کہ وہ وہاں پر دینی تعلیم حاصل کرے گا یا پھر کسی کو دینی تعلیم دے گا تو ایسے انسان کو بھی حج کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ

لَـهُ كَـأَجْـرِ حَـاجٍّ تَامٍّ حَجَّتُهُ“، جوشخص مسجد کی طرف صرف اس لئے جائے تاکہ وہ دینی تعلیم حاصل کرے یا کسی کو خیر و بھلائی کی تعلیم دے تو ایسے شخص کو مکمل حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔(رواہ الطبرانی:7473 وحسنہ الالبانی فی صحیح الترغیب والترهیب:86)

6۔رمضان میں عمرہ کرنا: رمضان میں عمرہ کرنا بھی ایک ایسا عمل ہے جس کا اجر و ثواب حج کے برابر ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عُـمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً“ یعنی رمضان میں عمرہ کرنا اجر و ثواب میں حج کے برابر ہے۔(بخاری:1782،مسلم:1256)

7۔ہرفرض نماز کے بعدمندرجہ ذیل ذکر کرنا:

ہرفرض نماز کے بعد 33/مرتبہ سبحان اللہ، 33/مرتبہ الحمدللہ اور 33/مرتبہ اللہ اکبر کہنا بھی حج وعمرہ کے برابر اجر و ثواب ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غریب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ”ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ مِنَ الأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ العُلاَ وَالنَّعِيمِ المُقِيمِ“ مالدار صحابۂ کرام تو اپنے مال کی وجہ سے بلند مقام اور جنت تو لئے گئے (اب دیکھئے کہ) ”يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ“ جیسے ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں ویسے تو وہ لوگ بھی نماز ادا کرتے ہیں اور جیسے ہم لوگ روزہ رکھتے ہیں ویسے وہ لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں مگر ”وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَتَصَدَّقُونَ“ ان کے پاس جو مال ہے اس کی وجہ سے وہ کچھ زیادہ ہی فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ وہ حج کر لیتے ہیں، عمرہ کر لیتے ہیں اور جہاد کر لیتے ہیں اسی طرح صدقہ بھی دیتے ہی رہتے ہیں (اب ہم لوگ تو غریب ہیں یہ سب نیکیاں کہاں سے کر سکتے ہیں) تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتادوں کہ جس کو کرکے تم اپنے سے پہلے والے لوگوں کے درجے کو پاسکتے ہو اور کوئی تمہارے بعد تمہارا مقام حاصل کر بھی نہیں سکتا ہے الا یہ کہ کوئی یہی عمل کر لے تو اور بات ہے اور تم اپنے درمیان لوگوں میں سب سے اچھے بھی بن سکتے ہو (وہ عمل یہ ہے کہ) ”تُسَبِّحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلْفَ كُلِّ صَلاَةٍ ثَلاَثًا وَثَلاَثِينَ“ تم لوگ ہرفرض نماز کے بعد 33/مرتبہ سبحان اللہ اور 33/مرتبہ الحمدللہ اور 33/مرتبہ اللہ اکبر کہو۔(بخاری:343)

8۔مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا:

مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا ایک عمرے کے برابر اجر و ثواب ہے جیسا کہ اسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”صَلاَةٌ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ كَعُمْرَةٍ“ یعنی مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کرنا ایک عمرہ کے برابر اجر و ثواب ہے۔(صحیح الترمذی للألبانیؒ: 324) وفی روایة: سہل بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءَ، فَصَلَّى فِيهِ صَلاَةً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ“ یعنی جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے اور پھر مسجد قبا میں آکر دو رکعت نماز ادا کرے تو اس کا یہ عمل اجر و ثواب میں ایک عمرے کے برابر ہے۔(صحیح ابن ماجہ للألبانیؒ:1168)

9۔والدین کی خدمت کرنا: والدین کی خدمت اور ان کی دیکھ ریکھ کرنا اتنا بڑا نیک عمل ہے کہ اس پر بھی حج وعمرے کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَشْتَهِي الْجِهَادَ وَلاَ أَقْدِرُ عَلَيْهِ“ کہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں جہاد کرنے کی خواہش تو رکھتا ہوں مگر اس کی طاقت نہیں رکھتا (کیا کروں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا ”هَلْ بَقِيَ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ“ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی باحیات ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں میری والدہ باحیات ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”قَابِلِ اللهَ فِي بِرِّهَا فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ فَأَنْتَ حَاجٌّ وَمُعْتَمِرٌ وَمُجَاهِدٌ“ تم انہیں کے ساتھ بھلائی کرو اگر تم ان کی خدمت کروگے تو اسی عمل سے تم کو حج وعمرے اور جہاد کا ثواب ملے گا۔(ابویعلی:2760، طبرانی:2915، بیهقی:7451، الترغیب والترهیب للمنذری: 3747، امام منذری نے اس کی سند کو جید کہا ہے، اور امام عراقی نے احیاء علوم الدین کی حدیث کی تخریج کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند حسن ہے:1/679)

نوٹ: مگر اس روایت کو علامہ البانیؒ نے ضعیف کہا ہے: الضعیفة والموضوعة للألبانیؒ:3195.

10۔حج پر روانہ ہونے والوں کے گھر کی خبرگیری کرنا: اگر کوئی شخص کسی حاجی کی سامان سفر تیار کرنے میں کوئی مدد کردے یا پھر ان لوگوں کے سفر حج پر روانہ ہونے کے بعد ان کے

گھر والوں کی خبر گیری کرے تو ایسے شخص کو بھی حج کا اجر و ثواب ملتا ہے جیسا کہ زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مجاہد کا سامان حرب وضرب تیار کردیا یا کسی حاجی کے سامان سفر کا بندوبست کردیا یا ان کے گھر والوں کی دیکھ ریکھ کی یا کسی روزے دار کو افطاری کرادیا تو ایسے شخص کے لئے انہیں کے برابر اجر و ثواب ملے گا (اور ہاں) ان سب یعنی غازی، حاجی، صائم کے اجر و ثواب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جائے گی۔(صحیح الترغیب والترهیب للألبانیؒ:1078)

اخیر میں رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ الہ العالمین تو ہم سب کو اپنے گھر کی زیارت کرنے کی توفیق عطا فرما اور مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین تقبل یارب العالمین۔ ☆☆

ڈاکٹر محمد یوسف حافظ ابو طلحہ

بقیع قبرستان سے گنبد ومزارات کا ازالہ
صحابہ کرام کی توہین یا فرمان نبوی کی تعمیل

بقیع، مدینہ منورہ کا ایک مشہور تاریخی قبرستان ہے جس کا ذکر احادیث وآثار میں "البقیع" یا "بقیع الغرقد" کے نام سے آتا ہے۔ اس قبرستان میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور اتباع تابعین رحمہم اللہ کی بہت بڑی تعداد مدفون ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتا فوقتا اس قبرستان کی زیارت کرتے تھے اور اس میں مدفون لوگوں کیلئے رحمت ومغفرت کی دعا کیا کرتے تھے۔ لہذا زائرین مدینہ کیلئے مستحب ہے کہ وہ مدینہ پہنچنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے شرعی مقصد کے دائرے میں اس قبرستان کی زیارت کریں۔ اور اسلامی شریعت میں قبروں کی زیارت کا صرف دو ہی مقصد ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت حاصل کرے اور اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا مقصد قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

اس عظیم تاریخی قبرستان کی ایک عظیم تاریخ یہ ہے کہ جب شاہ عبدالعزیزؒ کا دائرۂ حکومت حجاز تک پہنچا تو انہوں نے بقیع قبرستان کی قبروں پر بنائے گئے گنبد ومزارات کو منہدم کر دیا۔ ان کی اس انہدامی کارروائی پر اس زمانے میں بھی کچھ خاص فرقوں نے شور وہنگامہ کیا اور آج بھی اس کے خلاف وہی مخصوص فرقے مختلف انداز میں احتجاج کرتے ہیں۔ یہاں ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا شاہ عبدالعزیز نے ان قبروں کو اسی حالت پر لوٹا دیا جس پر وہ قبریں عہد نبوت میں تھیں یا ان قبروں کی حالت تبدیل کر دی؟ اس سوال کا جواب سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ہم دیکھیں کہ قبروں کے سلسلے میں شرعی تعلیمات کیا ہیں؟

سب سے پہلے آیئے اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک معتبر کتب حدیث میں اس مسئلے کو دیکھتے ہیں: صحیح مسلم (696) کی روایت ہے کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج اسدی سے کہا: ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أن لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سويته کیا میں تمھیں اس (مہم) پر روانہ نہ کروں جس پر رسول اللہؐ نے مجھے روانہ کیا تھا؟ (وہ یہ ہے) کہ ''تم کسی مجسمے کو نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا دینا اور کسی بلند قبر کو نہ چھوڑنا مگر اسے (زمین کے) برابر کر دینا۔''

نیز صحیح مسلم (970) میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يجصص القبر، وأن يقعد عليه وان يبنى عليه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر چونا لگانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔

اسی طرح صحیح ابن حبان (6635) میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ان النبي صلى الله عليه وسلم الحد ونصب عليه اللبن نصبا ورفع قبره من الأرض نحوا من شبر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد قبر میں ڈالا گیا اور اس قبر پر کچی اینٹیں لگائی گئیں اور ان کی قبر زمین سے لگ بھگ ایک بالشت بلند رکھی گئی۔ اس کے علاوہ بہت سی احادیث وآثار اہل سنت کے نزدیک معتبر کتب سنت میں موجود ہیں۔

ان روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر تقریبا ایک بالشت اونچی ہونی چاہیے کہ دیکھنے والا یہ جان سکے کہ یہ قبر ہے تاکہ قبر کا جو شرعی احترام ہے اس کی پاسداری ہو سکے۔ جیسے نا اس پر کوئی بیٹھے نا اسے قدموں سے کوئی روندے۔ بلکہ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور اس کیلئے دعائے مغفرت کرے۔ قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچی کرنا یا اس پر عمارت بنانا یا اسے چونا گچ کرنا ممنوع ہے۔

اب آیئے ذرا شیعہ امامیہ کے نزدیک معتبر کتب حدیث میں اس مسئلہ کو دیکھتے ہیں۔

شیعہ کی سب سے معتبر کتاب یعنی 'کلینی' کی الکافی (6/529) میں جعفر الصادق کی روایت ہے: کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: بعثني رسول الله صلى الله عليه وآله الى المدينة فقال: لا تدع صورة الا محوتها، ولا قبرا الا سويته کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مدینے کی جانب یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ کسی بھی تصویر کو مٹا کر چھوڑنا اور کسی بھی قبر کو (زمین کے) برابر کر کے چھوڑنا۔

نیز طوسی کے الاستبصار (1/482) اور تھذیب الاحکام (4/462) میں جعفر الصادق کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں: نهى رسول الله صلى الله عليه وآله أن يصلى على قبر، أو يقعد عليه، أو يبني عليه کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے قبروں پر نماز پڑھنے، ان پر بیٹھنے، اور ان پر تعمیر کرنے سے روکا ہے۔

اس طرح تھذیب الاحکام (4/469) میں جعفر الصادق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ان قبر رسول الله صلى الله عليه وآله رفع شبرا من الارض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی قبر (سطح زمین سے) ایک بالشت بلند بنائی گئی۔

اس طرح الحر العاملی کی کتاب وسائل الشیعۃ (3/193) میں ابو عبد اللہ جعفر الصادق سے مروی ہے کہ انہوں فرمایا: ان ابى قال لى ذات يوم فى مرضه اذا أنا مت فغلسني وكفني وارفع قبرى أربع أصابع کہ میرے والد نے ایک دن حالت مرض میں مجھے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا اور مجھے کفن کرنا اور میری قبر کو چار انگلی کے برابر بلند کرنا۔

(بقیہ صفحہ ۲۷ پر)

تعارف اہل الحدیث

شیخ ذبیح اللہ جامعی میسوری

اسلام اللہ رب العالمین کا بہترین اور پسندیدہ مذہب ہے جو قیامت تک ساری دنیا کے لئے رشد وہدایت کا سبب ہے، وہی ذریعہ نجات ہے، اس عظیم مذہب کا مرجع ومصدر رسول اللہ ﷺ پر نازل اللہ کا آخری کلام قرآن مجید ہے اور اس قرآن مجید کی تفسیر وتشریح محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اللہ کے حکم سے فرمائی ہے اور اس کے فرمودات پر اپنا عملی نمونہ پیش کیا تو اسی فرامین وارشادات کا نام سنت وحدیث ہے، حقیقت میں انہی دو مجموعہ کا نام اسلام ہے (قرآن وسنت) ان دونوں سے الگ ہوکر اسلام کا تصور بیکار وعبث ہے۔

اسی لئے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی کتاب تدوین حدیث کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ علم القرآن اگر چہ اسلام میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شہ رگ کی طرح ہے۔ اور یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء وجوارح تک خون پہنچا کر ہر وقت ان کے لئے تازہ زندگی کا سامان مہیا کرتی رہتی ہے۔

لفظ اہل حدیث کی لغوی واصطلاحی تعریف: اہل حدیث دو لفظوں کے مرکب سے بنا ہوا ہے۔ (۱) اہل (۲) حدیث اہل کا معنی: صاحب، والا ہے حدیث کا لغوی معنی گفتگو، بات چیت اصطلاحی تعریف رسول اللہ ﷺ کے قول فعل اور عمل وتقریر کا نام حدیث ہے۔

اہل حدیث کا عام مفہوم: اہل حدیث سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو عقائد وعبادات احکام واعمال اور زندگی کے تمام تر شعبوں میں کتاب وسنت (حدیث) کو حجت مانتے ہوئے اس میں کسی بھی قسم کی کمی وبیشی کو جائز تصور نہیں رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر قسم کے شرک وبدعات وخرافات سے باز رہتے ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں زندگی بسر کرنے والا ہو۔

اہل حدیث سے مراد: اہل حدیث کی اصطلاح ابتداء ہی سے اسی گروہ کی پہچان رہی ہے جو سنت نبوی ﷺ کی تعظیم اور اس کی نشر واشاعت کا کام انجام دیتے ہیں۔ اور نبی ﷺ کے صحابہ کرام کے عقیدہ جیسا اعتقاد رکھتے ہوں اور کتاب وسنت کو سمجھنے کے لئے فہم صحبہ پر عمل کرتے ہیں جو خیر القرون سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں طائفہ منصورہ یا فرقہ ناجیہ کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وقت میری امت سے ایک گروہ حق پر رہے گا جو بھی ذلیل کرنے کی کوشش کرے گا وہ انہیں نقصان نہیں دے سکے گا حتی کہ اللہ تعالی کا حکم آجائے تو وہ گروہ اسی حالت میں ہوگا۔ (مسلم: ۱۹۲۰)

اہل حدیث سے محبت: قتیبہ بن سعد رحمہ اللہ کا فرمان ہے۔ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ اہل حدیث سے مثلا یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہ سے محبت کرتا ہے تو وہ سنت پر ہے اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے تو جان لو کہ وہ بدعتی ہے (شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ رقم ۵۴) سندہ صحیح)

اہل حدیث اور توحید: عقیدہ توحید اسلام کی اساس وبنیاد ہے تمام انبیاء ورسل نے اسی توحید سے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا، تمام تر عبادات کی کامیابی وکامرانی کی بنیاد توحید ہی ہے، کسی بندہ کی توحید میں خلل واقع ہو تو اس کے سارے اعمال وعبادات باطل وبیکار ہوجاتے ہیں۔

نجات پانے والے جماعت: اسلام کی تاریخ دنیا میں روشن ہے اس کے ابتدائی ، درمیانی اور آخری واقعات سب کے سب روشن ہیں اور یہ اللہ کا محبوب دین ہے جس کی شروعات آدم سے ہوئی اور یہ محمد رسول اللہ ﷺ پر کامل مکمل ہوگیا ہے۔

رسول ﷺ کے اپنی روشن دور میں اللہ کے چنندہ جماعت صحابہ کرام جو اس کامل دین کے طبقہ اولی کے افراد ہیں یہ اصول دیا تھا کہ خالص کتاب وسنت کو ہی مانیں، صرف قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ ہی تھا اور رسول ﷺ نے اس امت کو گمراہی سے بچانے اور راہ نجات پر گامزن رہنے کے لئے دو اصول دیئے۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول (سورہ النساء:۵۹) اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم (مؤطا)

سیدنا عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لوگے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔ (۱) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) (۲) اور اس کے نبی ﷺ کی سنت (احادیث مبارکہ)

یہ اصول جہاں رسول ونے دیا وہاں امت کے اختلاف وافتراق کی پیشین گوئی

بھی فرمادی۔ **عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ تفترق أمتی علی ثلاث وسبعين فرقة كلهن فی النار الا واحدة قالوا وما تلک الفرقة : قال ما انا عليه واصحابی (طبرانی)**

سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور یہ سب فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک (فرقے) کے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (وہ فرقہ بھی اسی طریقہ پر عمل پیرا ہوگا) جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

مسند احمد میں ہے: **تخلص فرقة قالوا يا رسول الله من تلک الفرقة قال: الجماعة الجماعة (احمد)**

پس سب فرقے ہلاک ہوجائیں گے اور ایک فرقہ نجات پائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کہ فرقہ کون سا ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا جماعت، جماعت۔

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ **فرقة فواحدة فی الجنة وثنتان وسبعون فی النار** (سنن ابن ماجہ) پس ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر جہنم میں جائیں گے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔ (الجماعة ماوافق الحق) جو حق کے موافق ہو وہ جماعت ہے۔

سیدنا ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **لا تزال طائفة من أمتی ظاهرين علی الحق لا يضرهم من خذلهم حتی يأتی امر الله وهم كذالک** (مسلم: كتاب الأمارة)

میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا انہیں کوئی نقصان پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آئے اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

ایک حدیث میں (طائفہ منصورہ) کا ذکر آیا ہے اس طائفہ منصورہ یا جنتی گروہ اور نجات پانے والے فرقہ سے مراد کون ہیں؟

اس نجات پانے والے طائفہ منصورہ کے بارے میں محدثین وائمہ کے اقوال:

(۱) امام عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) کا قول ہے کہ اس طائفہ منصورہ وحق والے گروہ سے مراد میرے نزدیک اصحاب الحدیث (اہل الحدیث) ہیں (شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی)

(۲) امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) کا قول ہے۔ اگر اس طائفہ منصورہ سے مراد اہل الحدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس سے کون مراد ہو سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اس طائفہ منصورہ (حق والی جماعت) سے مراد اہل الحدیث نہیں تو میں نہیں جانتا کہ اس سے مراد کون ہو سکتے ہیں اور وہی اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ امام علی ابن مزنی نے فرمایا اس حق والی جماعت سے مراد اہل الحدیث ہی ہیں۔ (ترمذی)

امام بخاری (المتوفی:۲۵۹)، امام احمد بن سنان (المتوفی ۲۵۶)، امام ابوحاتم الرازی، امام ابوزرعہ رحمہم اللہ (المتوفی ۲۶۴ھ) نے بھی کہا کہ اس سے مراد صرف اہل الحدیث ہی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اہل حدیث کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہل الحدیث، اہل اسلام میں وہی مقام رکھتے ہیں جو خود اسلام کو دوسرے ادیان کے مقابلے میں حاصل ہے، اہل حدیث نبی ﷺ کے ارشادات کا تجسس سارے مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ کرتے ہیں اور انہیں رسول ﷺ کے ارشادات کی پیروی دوسرے سب لوگوں سے زیادہ مرغوب ہے۔

امت میں تمام گروہوں میں روافض سے بڑھ کر کوئی گروہ گمراہ نہیں ہے۔ اور پوری امت میں اہل حدیث سے بڑھ کر رشد وہدایت پر کوئی قائم نہیں ہے۔

اہل حدیث کی خصوصیت ہے کہ وہ اصول وفروع میں ہر مقام پر کتاب وسنت کی پیروی کا ہی اہتمام کرتے ہیں (منہاج السنۃ)

امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ ک قول ہے: جو اہل حدیث سے محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو وہ سنت پر قائم ہے اور جو اہل حدیث سے بغض یا مخالفت کرتا ہے تو سمجھ لو وہ بدعتی ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے: جو شخص اہل الحدیث کو برا کہے وہ بے دین ہے۔ (معرفۃ علوم الحدیث)

امام یحییٰ بن سعید اور امام احمد ابن سنان رحمہما اللہ کا قول ہے: دنیا میں کوئی بدعتی ایسا نہیں ہے جو اہل الحدیث سے بغض وعداوت نہ رکھتا ہو۔ (مقدمہ شرح جامع الاصول للجوزی)

اس جماعت کے اوصاف اور خصوصیات یہ ہیں:

(۱) یہ لوگ امت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وپیروی کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو مکمل ایمان والے ہیں ان کی پوری اتباع کرتے ہیں۔

(۲) اللہ کے احکامات ورسول ﷺ کے کل فرامین پر بلا چون وچرا عمل پیرا ہوتے ہیں، اور کسی چیز میں اختلاف ہوجائے تو قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۳) یہ جماعت قرآن مجید کی تفسیر صحیح احادیث مبارکہ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال

سے لیتے ہیں اوراپنی ذاتی رائے سے اس کی تفسیر نہیں کرتے۔

(۴) یہ جماعت دین کے ہر معاملے میں کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے فہم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

(۵) یہ جماعت حق جاننے کے لئے تمام تر وسائل کو اپناتے ہوئے حق بات قبول بھی کرتے اور لوگوں میں اس کو عام بھی کرتے ہیں۔

(۶) لوگوں کی ایسی آراء واقوال کو قبول نہ کرنا جن کی کوئی دلیل کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہ ہو۔

(۷) یہ جماعت ایمان والوں سے بلا تفریق محبت کرتے ہے، اور مسلمانوں پر رحم کرنا اوران کو خالص دین کی نصیحت کرتے رہنا اور شر وتکلیف سے ان کو بچانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

(۸) یہ جماعت مواعظ حسنہ اور حکمت سے اللہ کے دین کی دعوت کو عام کرتی ہے۔

(۹) یہ جماعت تمام تر صحابہ کرامؓ سے محبت ایمان کا جزء مانتی ہے اوران سے بغض وبدزبانی منافق کی علامت تصور کرتی ہے۔

(۱۰) اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے مطابق حکام وامراء کی اطاعت کرتی ہے۔

(۱۱) خوارج کی طرح کسی کبیرہ گناہ گار کو جہنمی اوران کے مال وجان کو حلال نہیں مانتی ہے۔

(۱۲) کسی جان کو ناحق قتل کرنے کو ساری انسانیت کے قتل کے مترادف گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

(۱۳) اس جماعت میں اعتدال کا حسن ہے۔

(۱۴) اہل حدیث افراط وتفریط سے بچ کر ہر ایک کو جو اس کا مقام ہے اسی پر برقرار رکھتے ہیں۔

(۱۵) اہل حدیث اہل بیت سے ویسی ہی والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں جن کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱۶) اہل حدیث ائمہ کرام اور اولیاء دین کی بہت ہی زیادہ عزت وتعظیم کرتے ہیں وران کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے لئے دعا گو ہوتے ہیں۔ ربنا لاتزغ قلوبنا۔

(۱۷) اہل حدیث شرک وبدعات اور رسوم ورواج سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کو کامیابی کا ضامن مانتے ہیں۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۹ کا)

لہٰذا ایک مسلمان کو ہمیشہ ان دنیوی معاملات میں اپنے سے کم تر کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے مجھے اس شخص سے زیادہ نوازا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی (بلا میں) مبتلا شخص کو دیکھے اور یہ پڑھے: "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهِ وَفَضَّلَنِيْ عَلیٰ کَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا" (اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بلا سے محفوظ رکھا جس میں اس نے تجھ کو مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی) تو وہ بلا اس کو نہ پہنچے گی، اس سے محفوظ رہے گا۔(ترمذی:۳۴۳۱۔حسن)

البتہ نیکی اور عبادات وغیرہ کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھا جائے گا تاکہ زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کا حصول ممکن ہو، کیوں کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے اور آگے بڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

☆**ناشکری کی سزا:** یہ بات اب واضح ہو چکی کہ نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کی ثنا بیان کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ نعمتیں تادیر انسان کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنی رہتی ہیں۔ لیکن اگر اس کے برعکس کیا جائے اور نعمتوں کے تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھا جائے اور معاملہ کفران نعمت اور ناشکری تک پہنچ جائے تو نعمتوں کے چھن جانے میں دیر نہیں لگتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَداً مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُواْ يَصْنَعُونَ- سورہ نحل:۱۱۲﴾

[اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا] تو نعمتوں کا اعتراف نہ کرنا، ان کا شکر نہ بجالانا، انہیں اپنے فن اور تجربہ کا ثمرہ قرار دینا اور منعم ومحسن کے انعام واحسان کو فراموش کر دینا، یہ تمام چیزیں نعمتوں کے زوال پر منتج ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو اس طرح کے رویوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک مشہور دعا اس طرح بھی ہے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِکَ، وَفُجَاءَ ةِ نَقْمَتِکَ، وَجَمِيْعِ سَخَطِکَ" (مسلم:۲۷۳۹) اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے سے، تیری (عطا کردہ) عافیت کے پھر جانے (یعنی مصیبت کے آنے) سے، تیری ناگہانی گرفت سے اور تیری ہر قسم کی ناراضگی سے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اللہ کی دی ہوئی چھوٹی بڑی ہر نعمت کی قدر پہچانیں، دل سے، زبان سے اور عمل سے ان کا شکر یہ ادا کرتے رہیں اور اللہ کی بارگاہ میں دست دعا دراز کرتے رہیں کہ الہ العالمین! تیری عطا کردہ نعمتوں کے اٹھا لیے جانے سے ہم تیری پناہ پکڑتے ہیں، تو ہمیں ان نعمتوں کا حق پہچاننے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

الحاج وکیل پرویز، ایم۔اے، بی۔ایڈ
ناظم مالیات، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(دوسری قسط)

ہمارا ماحول

ہزاروں سال قبل جب سے اس کرۂ ارض پر انسانی زندگی کا آغاز ہوا۔ انسان اپنے ہی اطراف کے قدرتی ماحول سے فائدہ اٹھا کر اپنے شب و روز گزارتا رہا۔ کھانے کے لئے درختوں کی پتیاں، پھل، جانوروں کا گوشت اور تن کو ڈھاپنے کے لئے درختوں کے بڑے بڑے پتوں کا استعمال کیا کرتا تھا۔ انسان چوں کہ قدرت کا شاہکار ہے اس لئے اس میں سوچنے سمجھے، اچھے برے کی تمیز کرنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اس نے انہی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی، انہی اوصاف نے اسے ترقی کا راستہ دکھایا اور یہ روز بروز نئے نئے تجربات کا خوگر ہوتا گیا۔ انسان نے ترقی کر کے جہاں تن کو ڈھانکنے کے لئے کپڑوں کی ایجاد کی وہیں کھانے کے نئے نئے ذائقے ایجاد کئے۔ انسانی آبادی میں روز افزوں اضافہ ضروریات زندگی میں بھی اضافہ کے متقاضی رہی۔ اس لئے اس نے زراعت کا طریقہ ایجاد کیا اور زمین سے اناج، سبزیاں اور پھل اگا کر اپنے خورد ونوش کا انتظام کرنے لگا۔ زراعت کے لئے کھاد اور پانی کی فراہمی اصل مسئلہ تھی جسے وہ قدرتی وسائل سے حاصل کیا کرتا تھا۔ مثلاً مویشیوں سے کھاد حاصل کر کے اپنی ضرورت پوری کرتا رہا۔ پانی کے لئے اس کا زیادہ انحصار بارش پر تھا۔ بارش کی کمی کی وجہ سے اگر کبھی پانی کی کمی ہو جاتی تھی تو یہ کمی کنوں کے پانی سے پوری کی جاتی تھی۔

پچھلی تقریباً ایک صدی سے انسانی آبادی میں غیر متوقع اضافہ اس کی ضروریات زندگی کے اضافہ کی اصل وجہ ہے۔ لہٰذا جن وسائل پر ہماری زندگی کا دارومدار تھا وہ ناکافی ہوتے جارہے تھے جس سے انسان کا عرصہ حیات تنگ ہوتا نظر آرہا تھا۔ ایسی حالت میں انسان کا اپنے وسائل کے لئے ہاتھ پیر مارنا فطری تھا۔ انسان کے لئے قدرتی وسائل کی کمی نے تجربات کی نئی راہیں ہموار کردی اور یہ نئے نئے تجربات کرنے لگا۔ پچھلی ایک صدی سے خصوصاً ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک صحت اور غذا پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ نئی نئی اشیاء ایجاد ہو رہی ہیں جن کا دن بہ دن استعمال بڑھتا جارہا ہے۔ نتیجہ میں قدرتی ماحول میں مداخلت کا عمل روز افزوں ہوتا جارہا ہے۔

تعارف : ماحول کی تعریف مندرجہ ذیل طریقوں سے کی گئی ہے۔

ہم جس فضا میں سانس لیتے ہیں وہ ہمارا ماحول ہے۔ ہمارے مکانات، پارک، باغات، ندی، تالاب، اسکول، کھیل کے میدان ہمارے ماحول کا حصہ ہیں۔

۲۔ ماحول انسان کے اطراف کی ان مجملہ کیفیات کا نام ہے جو ایک مخصوص وقت اور جگہ پر اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۳۔ ماحول انسان کے اطراف سماجی، معاشی، حیاتی، طبعی اور کیمیائی اجزا کے مجموعہ کا نام ہے اور اس میں تبدیلی کا ذمہ دار بھی۔

۴۔ ماحول زمین کے طبعی اجزا کی نمائندگی کرتا ہے جس کا اہم جز انسان ہے اور وہ ہمیشہ اس کے حدود میں زندگی گزارنے کا عادی ہے۔

لہٰذا یہ کہنا غلطی نہیں ہوگا کہ انسان اور اس کے اطراف کا ماحول ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں انسان کا وجود ہے وہیں اس کے ماحول کا وجود ہونا بھی لازمی امر ہے۔ انسان قدرت کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ مخلوق ہے اس کے لئے اپنے ماحول کی پاکیزگی یا آلودگی کی بھی پوری ذمہ داری اسی پر ہی عائد ہوتی ہے۔

علم ماحولیات(Ecology): یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ ماحول کی مختلف شاخوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے نتائج واثرات اور اس کے تدارک کی تدابیر پر غور وخوض کیا جاتا ہے۔ فرانسیسی ماہر حیوانیات آئی جی ایس ہیلئر علم ماحولیات کی تعریف اس طرح کرتا ہے۔

خاندان، سماج، گروہ اور اس میں رہنے والے جانداروں کے درمیان باہمی تعلق کا مطالعہ علم ماحولیات کہلاتا ہے۔

ماحولیاتی سائنس(Environmental Science): یہ سائنس کی ذیلی شاخ ہے جو ماحولیاتی مسائل کو وسیع پیمانے پر حل میں معاون ہوتی ہے۔

موسم وآب وھوا: ماحول کے اجزا مثلاً تپش، ہوا اور اس کا دباؤ، رطوبت، بارش، سورج کی روشنی اور ابر کا غلاف ہماری زندگی پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ اجزا کسی مقام پر وقتی طور پر موجود ہوں تو اس حالت کو اس مقام کا موسم کہا جاتا ہے لیکن یہی اجزا اس مقام پر مستقل طور پر سالوں سال تک ایک ہی حالت میں موجود ہوں تو اس کی وجہ سے اس مقام کی خاصیت بن جاتے ہیں۔ اس لئے موسم کی اس مستقل موجودگی کو اس مقام کی آب وہوا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کسی مقام کی آب وہو ماحولیاتی نظام کا ایک حصہ ہے۔

ماحولیاتی نظام: جاندار اور غیر جاندار اشیا کے باہمی عمل سے موجود میں آنے والا نظام، ماحولیات یا ماحولیاتی نظام کہلاتا ہے۔

ماحول کے اقسام: ماحول کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ قدرتی ماحول اور ۲۔ انسانی خود ساختہ ماحول

۱۔ **قدرتی ماحول**: علم کیمیا کے قانون کے مطابق مادہ ختم یا ضائع نہیں

ہوتا بلکہ اس کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔اس کرۂ ارض پر اور اس کے اطراف پائے جانے والے مادے ٹھوس، مائع اور گیس کی شکل میں ہمیشہ سے اتنی مقدار میں موجود ہیں جتنی کہ قدرت نے عطا فرمائی ہے۔ نہ تو اس میں کمی ہوتی ہے اور نہ ہی زیادتی۔ بلکہ حالات کے بدلنے سے ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ٹھوس مائع میں اور مائع گیس میں تبدیل ہوکر ہمارے اطراف ہوائی کرہ میں داخل ہوجاتی ہیں۔بعض گیسیں کسی نہ کسی طرح پھر زمین میں جذب ہوجاتی ہیں۔مثلاً پانی میں حل پذیر گیسیں تیزاب بناتی ہیں۔ یہ تیزاب زمین میں جذب ہوکر نئے مرکبات بناتے ہیں۔ یہ پودوں اور درختوں کی نشوونما میں معاون ہوتے ہیں۔اس طرح مادہ کی مقدار جوں کی توں قائم رہتی ہے اس لئے قدرتی ماحول کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔''ماحول جو اپنی اصلی شکل میں بغیر کسی انسانی مداخلت کے موجود ہو قدرتی ماحول کہلاتا ہے۔''

۲۔انسانی خودساختہ ماحول: اس کرۂ ارض پر انسان سب سے زیادہ ترقی یافتہ مخلوق ہے۔اسے قدرت نے سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے جس کی وجہ سے یہ اپنی زندگی کو بنانے اور سنوارنے کے لئے نئے نئے تجربات کرتا رہتا ہے۔اسی وجہ سے انسان اپنی ضروریات زندگی کی حصولیابی کے پیش نظر اس سے ہونے والے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اپنے ماحول میں تبدیلی کا عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔آبادی کا دھماکہ اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے کارخانوں، فیکٹریوں اور دیگر صنعتی اداروں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے قدرتی ماحول تیز رفتاری کے ساتھ تنزل پذیر ہوتا جارہا ہے۔اس لئے براہ راست انسانی مداخلت کی وجہ سے ماحول میں تبدیلی یا ردوبدل کو''انسانی خودساختہ''ماحول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قدرتی ماحول میں انسانی مداخلت: علم طبعیات کے اصول کے مطابق عمل اور ردعمل مساوی اور متضاد سمت میں ہوتے ہیں۔دور حاضر میں سائنس کی ترقی کے ساتھ انسان اپنی ضروریات زندگی کی حصولیابی اور معیار زندگی کو بڑھانے کے لئے قدرتی ماحول میں ازراہ ضرورت مداخلت کرکے اس میں تبدیلیاں پیدا کرنے کا عمل جاری رکھے ہوئے ہے جس کے نتیجہ میں ماحول کی آلودگی میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے وراس سے اسی انسان کی زندگی سب سے زیادہ متاثر ہورہی ہے۔

صنعتی کارخانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد،فیکٹریوں سے نکلنے والے آلودہ پانی سے ندیوں کی آلودگی میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے اور اس سے اسی آلودگی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔زراعتی زمینوں پر آبادکاری،فصلوں میں اضافہ کے لئے مصنوعی کھاد اور جراثیم کش دواؤں کی کثرت سے استعمال نے ہماری زندگی ور ماحول کو آلودہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے۔جراثیم کش دواؤں سے نہ صرف انسانی زندگیاں متاثر ہیں بلکہ کرم خور پرندوں، جانوروں کی جانوں کو بھی خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔

(جاری)

(بقیہ صفحہ ۲۲ کا)

ان شیعی روایات سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو سنی روایات سے نکلتا ہے۔تو پھر شیعہ امامیہ کو ان شیعی روایات سے اختلاف کیوں؟ گویا بلا اختلاف قبروں پر کسی بھی طرح کی عمارت بنانا جائز نہیں ہے۔نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نہ تابعین عظام، اور نہ ہی اتباع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں قبروں پر کوئی عمارت بنائی گئی تھی۔البتہ اسلام کی ان بہترین تین نسلوں کے بعد بنی بویہ کے دور اقتدار میں قبروں پر گنبد ومزار بنانے کا سلسلہ شروع ہوا، اور انہی کے دور اقتدار میں بقیع یا دیگر معروف قبروں پر گنبد ومزارات بنائے گئے۔لیکن جب شاہ عبدالعزیز نے حجاز کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کیا تو انہوں نے مختلف مسالک کے علماء سے فتوی طلب کرنے کے بعد 8/ شوال 1344ھ کو بقیع قبرستان سے گنبد ومزارات کو منہدم کرادیا۔اس طرح بقیع اسی حالت میں لوٹ آیا جس حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور اتباع تابعین کے زمانے میں تھا۔تو پھر اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے اس انہدامی عمل سے بے چین کیوں ہیں؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبروں کی سادگی پر زور دیا اور کسی قسم کی تعمیرات سے منع فرمایا، تو انہدامی کارروائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہے، اور جو کام رسول اللہ کے حکم کی تعمیل ہو اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین ہرگز نہیں ہوسکتی— حاشا للہ۔

غور کرنے کی بات یہ بھی ہے شاہ عبدالعزیزؒ نے جب انہدامی کارروائی کا حکم دیا اور مکہ کے اُس وقت کے چیف جسٹس، عبداللہ بن سلیمان ابن بلیہد کو اس کی ذمہ داری سونپی، تو شیخ ابن بلیہد نے اس مسئلے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے، محض اپنی رائے پر بھروسہ کرنے کی بجائے مدینہ کے مختلف مسالک کے علمائے کرام سے فتویٰ طلب کیا۔

2/ رمضان 1344ھ میں، مختلف مسالک کے علما نے متفقہ طور پر فتویٰ جاری کیا کہ قبروں پر گنبد ومزار بنانا حرام ہے، اور اگر بنادیے گئے ہیں تو صحیح احادیث کی روشنی میں انہیں منہدم کردیا جائے گا۔لہذا اسے منہدم کردیا جائے۔ پھر اس فتویٰ کے بعد، شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی حکومت کے نوخیزی کے باوجود گنبد ومزارات کو گرانے کا دلیرانہ فیصلہ کیا، جو کہ توحید اور سنت کی پیروی کی راہ میں مخالفت کی آندھیوں کی پرواہ کیے بغیر عمل میں آیا۔ یہ اقدام شریعت کے احکامات کے بالکل مطابق تھا، جیسا کہ مصر کے علامہ محمد حامد الفقی نے اپنے مقالہ افحکم الجاهلية يبغون" میں تفصیل سے بیان کیا ہے، جو اُس وقت مجلّہ المنار میں شائع ہوا تھا۔

لیکن جب توحید کی بجائے قبر پرستی دلوں میں سرایت کرجاتی ہے، اتباع سنت کی بجائے ہوائے نفس کا غلبہ ہوتا ہے تو سارے شرعی نصوص پس پشت ڈال دیے جاتے ہیں اور ہنگامہ آرائی اور احتجاجات کا سہارا لے کر حق کو باطل اور باطل کو حق بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

یادگار سلف، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور معروف ادیب سید عبدالقدوس اطہر نقوی کا سانحۂ ارتحال

دہلی: ۸رمئی ۲۰۲۴ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے جماعت اہل حدیث کی بزرگ ترین شخصیت، معروف ادیب وقلمکار، میدان صحافت کے شہسوار، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر اوراس کے آرگن پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے ایڈیٹر سید عبدالقدوس اطہر ابن احمد نقوی کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو جماعت وجمعیت نیز ملک وسماج کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے جو آج سہ پہر تین بجے دن دینی، دعوتی، تصنیفی، صحافتی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر طویل علالت کے بعد تقریباً نواسی سال کی عمر میں حال مقیم غفور نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

امیر محترم نے کہا کہ آپ کے اجداد امروہہ کے شیعہ خاندان سے تھے۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں سہسوان آکر آباد ہوئے۔ آپ کے اجداد میں مولانا عبدالشکور قاضی القضاۃ تھے۔ پردادا انگریز حکومت کے دور میں تحصیلدار تھے۔ دادا مولانا محمد اسحاق اور والد گرامی مولانا تقریظ احمد اپنے دور کے نامی گرامی علماء جماعت میں سے تھے۔ آپ کا خاندان سید اسماعیل شہیدؒ کے دور میں مسلک کتاب وسنت سے وابستہ ہوا۔ اہل خاندان کے بہت سے علماء نواب بھوپال کے یہاں دینی خدمات پر مامور تھے۔

مرحوم ۲۳راگست ۱۹۳۵ء میں مردم خیز سرزمین سہسوان کے اسی علمی، دیندار اورموحد خاندان میں پیدا ہوئے اور خالص دینی وعلمی ماحول میں نشوونما پائی۔ ابتدائی تعلیم سہسوان کے اسلامیہ مکتب میں حاصل کی۔ پھر وہاں سے مرادآباد اپنے تایا کے پاس چلے گئے، جو مسجد ملا قاسم مرادآباد میں پیش امام تھے۔ انہیں کے پاس رہ کر پانچ سال تک مدرسہ امدادیہ اور مدرسہ شاہی مرادآباد کے عصری علوم کے شعبہ میں داخلہ لے کر انگریزی تعلیم حاصل کی۔ وہاں کے اساتذہ میں ماسٹر عبداللہ اطہر (مقامی) ماسٹر محمد سعید (مقامی) ماسٹر نسیم احمد (مقامی) ہیڈ ماسٹر محمد طفیل (مقامی) کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ ماسٹر عبداللہ اطہر کی تعلیم وتربیت نے آپ کو بہت متاثر کیا اسی لیے آگے چل کر اپنا تخلص ہی اطہر رکھ لیا۔ وہیں کے مڈل اسکول میں ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔

۱۹۴۹ء میں آپ کے تایا بغرض علاج پٹنہ چلے گئے تو آپ وطن مالوف سہسوان لوٹ آئے۔ اس دوران دہلی کے حالات سدھرنے کے بعد دہلی پہنچے اور محلّہ کشن گنج میں ماسٹر عبداللہ المخلص سے ۲ سال انگریزی ٹیوشن پڑھا۔ مولانا نورمحمد قریشی سے پڑھ کر پنجاب یونیورسٹی شملہ (سونی) سے منشی فاضل کا اور دوسرے سال ادیب فاضل کا امتحان دیا اور پوری یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ کچھ وقفہ کے بعد پنجاب یونیورسٹی ہی سے ایف اے اور بی اے کا امتحان پاس کیا۔

دوران ملازمت اپنے مخلص اور دیرینہ رفیق پروفیسر عبدالودود اظہر کے مشورہ سے ۱۹۶۲ء میں لائبریری کا ڈپلوما کیا، پھر ۱۹۶۵ء میں دہلی یونیورسٹی سے ایم اے (فارسی) کا بھی امتحان دیا۔ ان دونوں امتحانوں میں پروفیسر صاحب نے ہرطرح کی مادی ومعنوی مدد فرمائی۔ انہوں نے ازراہِ محبت موصوف کے تخلص کے وزن پر اپنا تخلص اظہر رکھ لیا۔ چنانچہ آپ دونوں کافی عرصہ تک مسٹر ط- ظ کے نام سے مشہور رہے۔

مذکورہ امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد ایک سال تک ہمدرد میں بحیثیت ملازم رہے۔ پھر ۱۹۵۸ء میں دہلی کارپوریشن میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۳۵ سال تک خدمت انجام دینے کے بعد ۱۹۹۳ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔

لکھنے پڑھنے کا باقاعدہ سلسلہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ماہنامہ ''التوعیۃ'' سے شروع کیا۔ پھر اخبار اہل حدیث، جریدہ ترجمان، افکار عالیہ، الجمعیت، دعوت میں بھی مضامین چھپنے لگے۔ ان کے اداریے ماہنامہ التوعیہ کے ہوں یا جریدہ ترجمان کے، لوگ بڑی بے صبری سے ان کا انتظار کرتے تھے۔ انگریزی زبان میں انگلش پرچوں کے مراسلاتی کالم میں بھی لکھا۔ کتب بینی کا بچپن ہی سے شوق تھا۔ اس لیے مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ معلومات کا خزانہ تھے۔ اداریہ لکھنے بیٹھتے تو وہ کتابی شکل اختیار کر لیتا۔ بہت ہی اچھے ادیب اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ آپ کی تصنیفات میں نہضت حق (شعری مجموعہ)، جواں تھا ابھی عارف (شعری مجموعہ) جو اپنے ۲۸ سالہ جواں سال بیٹے عارف کے ۶ رفروری ۱۹۹۴ء میں انتقال کے غم میں کہی گئی ہیں، چراغ منزل (شعری مجموعہ)، شعلۂ احساس (شعری مجموعہ)، دیار حرم (شعری مجموعہ)، آخری نوحہ (شعری مجموعہ)، مسکت جواب: ایک دیوبندی مفتی کے بیان کے رد میں، فکر اقبال،، The Salafiz History of Ahle Hadees in India، صفۃ صلاۃ النبی کا انگریزی ترجمہ (The Prayers)، Umar Bin Abdul Azeez (Assay)، کتاب ''محاسن اسلام'' کا انگریزی ترجمہ Merits of Islam، (دین خالص کے مشعل بردار) ٹارچ بیررز آف پرسٹنس فیتھ۔ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے Mohammad Allah's Messenger اور

سیرت کی کتاب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد مرتب کی ہے۔

موصوف دل کے مریض تھے، ایک بار انجیو پلاسٹی سرجری ہو چکی تھی۔ آپ ہر طرح سے آزاد ہیں اور صرف قلم و کاغذ سے یارانہ رہ گیا تھا، لاغر اور کمزور ہو چکے تھے۔ کافی عرصہ سے بینائی بھی چلی گئی تھی لیکن اس کے باوجود لکھنا نہیں چھوڑا تھا۔ تین لڑکے باحیات ہیں اور تینوں ہی اپنے اپنے مجال کار میں مصروف عمل ہیں۔

آپ کافی عرصہ سے جمعیت اہل حدیث ہند سے وابستہ تھے اور اس کی مجلس عاملہ وشوریٰ کے رکن رہے۔ اس کے پروگراموں میں برابر شرکت کرتے۔ ہم نے اپنی زندگی میں ایسا مخلص، محنتی اور زہد وورع وتقویٰ شعار انسان کم ہی دیکھا ہے۔ کسی بھی حال میں جمعیت کی مجالس وپروگراموں میں چائے تک پینا گوارا نہ تھا۔ دن بھر بھوکے رہ جاتے مگر نہ پانی لیتے اور نہ چائے کو ہاتھ لگاتے۔ بسا اوقات آپ مالی بحران کا شکار ہوئے، کئی آپریشن کرائے، مقروض ہوئے یا علاج معالجہ میں تاخیر ہوئی مگر مدد اور تعاون، باوجود پیش کش قبول نہیں فرمایا اور ضد کرنے پر رکھ تو لیا مگر جوں کا توں واپس کر دیا۔ فریوائی ایوارڈ کی سند بھی قبول نہیں کر رہے تھے۔ بڑی مشکل سے سند و شہادہ قبول کر لی مگر رقم قبول نہیں کی۔ کئی کام جمعیت کے کیے لیکن ان کاموں کی اجرت یا نذرانہ جو حق تھا قبول نہ کیا۔ ادار یہ لکھتے رہے لیکن ایک پیسہ نہیں لیا۔ الغرض ؎

فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

آپ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا نائب امیر بھی منتخب کیا گیا اور کافی عرصہ اس منصب پر فائز رہ کر اپنے گرانقدر تجربات سے جمعیت کو فائدہ پہنچاتے رہے اور کبھی کسی خدمت کا اصرار کے باوجود معاوضہ نہیں لیا بلکہ اگر اصرار کیا جاتا تو ناراضگی کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ ہم نے جمعیت کے لیے کیا ہی کیا ہے۔

آپ ایک صاحب طرز ادیب اور کہنہ مشق شاعر تھے اور کئی زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ آپ بڑے ہی خلیق وملنسار اور متواضع تقویٰ شعاری، زہد وورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ بلا تفریق مذہب ومسلک عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے۔ جمعیت وجماعت کی تعمیر وترقی کے لیے ہمہ وقت فکر مند اور کوشاں رہتے تھے۔ جماعت وجمعیت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات قابل قدر و ناقابل فراموش نیز نئی نسل کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے اہل خانہ بلکہ پوری جماعت وجمعیت اور ملک وسماج سب کا بڑا خسارہ ہے۔

پسماندگان میں تین بیٹے محمد آصف، محمد خالد اور عبدالحمید صاحبان، بیٹیاں فیروز سلطانہ، سعیدہ مریم اور متعدد پوتے و پوتیاں اور نواسے و نواسیاں ہیں۔ ہم ان کے اہل خانہ کے غم میں برابر شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین۔ تدفین آج ہی بعد نماز عشاء قبرستان بٹلہ ہاؤس، اوکھلا میں عمل میں آئی۔

امیر محترم کے علاوہ ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائب امیر حافظ عبدالقیوم، نائبین ناظم عمومی مولانا ریاض احمد سلفی، مولانا محمد علی مدنی، حافظ محمد یوسف چھمہ و دیگر ذمہ داران وکارکنان جمعیت نے ان کے پسماندگان ومتعلقین نیز جملہ سوگواران سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی ہے۔

ذوالقعدہ کا چاند نظر آگیا

دہلی: ۹ رمئی ۲۰۲۴ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/ شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ مطابق ۹ رمئی ۲۰۲۴ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہِ ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے۔ چنانچہ متعدد صوبوں سے رؤیت عامہ کی مصدقہ ومستند خبریں موصول ہوئیں۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل مورخہ ۱۰ رمئی ۲۰۲۴ء کو ماہ ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ ان شاءاللہ

ہندوستان کی مشہور دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد کے جنرل سکریٹری اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر معروف عالم دین مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب کا انتقالِ پُر ملال

نئی دہلی: ۱۱ رمئی ۲۰۲۴ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے ہندوستان کی مشہور دینی دانشگاہ جامعہ دارالسلام عمرآباد، تامل ناڈو کے جنرل سکریٹری اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر معروف عالم دین مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام حج تربیتی کیمپ کا انعقاد: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام مورخہ 11/مئی 2024ء، سنیچر کو بعد نمازِ مغرب تا نماز عشاء جامع مسجد اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو جامعہ نگر، نئی دہلی میں حج تربیتی کیمپ کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس کی صدارت مولانا جمیل احمد مدنی صاحب مفتی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند واستاد المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ نے فرمائی اور مولانا محمد اظہر مدنی ڈائریکٹر اقرا انٹرنیشنل اسکول جیت پور، نئی دہلی نے پروجیکٹر کی مدد سے مدلل ومفصل طور پر حجاج کی عملی تدریب وٹریننگ کی ذمہ داری نبھائی۔ ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی میڈیا کوآرڈینیٹر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے نظامت کے فرائض انجام دیے اور تعارفی واستقبالیہ کلمات پیش کیے۔ اس پروگرام میں متعدد عازمین حج کے علاوہ خواتین و حضرات اور طلباء کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ، نئی دہلی کے طالب علم حسن عبداللہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

جماعتی خبریں

معروف عالم دین وخطیب شہیر مولانا محمد جرجیس سراجی صاحب کے والد گرامی حافظ محمد الیاس اٹاوی صاحب کا انتقال پُر ملال: نہایت ہی رنج و افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کے امیر معروف عالم دین وخطیب شہیر مولانا محمد جرجیس سراجی صاحب کے والد گرامی حافظ محمد الیاس اٹاوی صاحب کا آج سہ پہر 15:03 بجے بعمر تقریباً 75/سال طویل علالت کے بعد لکھنؤ کے ایک اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حافظ محمد الیاس اٹاوی خلیق وملنسار، متواضع، علم دوست، مہمان نواز اور اچھے انسان تھے۔۔ پسماندگان میں اہلیہ، مولانا محمد جرجیس سراجی صاحب سمیت تین صاحب زادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ نماز جنازہ دوسرے 6/مئی 2024ء کو بوقت 9/ بجے صبح آبائی وطن اٹاوہ میں نزد شاہی جامع مسجد ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر کرے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران)

عازمین حج وعمرہ کے لئے تربیتی کیمپ: ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار کی دعوتی وتعلیمی نشاطات پورے سال بحمد اللہ جاری رہتے ہیں کبھی کوئز کمپٹیشن، کبھی مسابقہ حدیث وحفظ قرآن اور کبھی تقریری مقابلہ تاکہ ضلع کے نونہالوں کو صحیح نہج پر رہنمائی ضلعی جمعیت کی اولیات میں داخل ہے، یکم مئی جامع مسجد سیمور یہ چوک، کوڑھا، کٹیہار میں عازمین حج وعمرہ (مرد وخواتین) کی تربیت کتاب وسنت کی روشنی میں کرنے کے لئے ایک پروگرام رکھا گیا جس میں ضلع کے ایک سوستر عازمین حج وعمرہ شریک ہوئے ویسے پورے ضلع سے اس بار تین سو سے زائد عازمین حج وعمرہ رخت سفر باندھنے والے ہیں۔

مذکورہ پروگرام میں جید علماء کرام جیسے شیخ ارشاد عالم مدنی سابق داعی جالیات سعودیہ عربیہ اور شیخ انعام الحق مدنی نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار اور ڈاکٹر رحمت اللہ محمد موسیٰ السّلفی ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار نے شرکت کی اور حج کی فضیلت، حج سے پہلے اور حج کے بعد اور حج کا مسنون طریقہ پریکٹیکل بتایا گیا ساتھ ہی بدعات حج بھی بیان کئے گئے، سامعین اس سے بہت مستفید ہوئے کیونکہ کہیں کہیں حج کی تربیت کے نام پر لوگوں کو صحیح تربیت نہیں کی جاتی، بہت سے لوگ خداواعنی مناسککم کو پس پشت ڈال کر اپنے علماء کی بات پر عمل کرتے ہیں، یہ کتنا افسوس ناک امر ہے، علماء کرام نے حج کے نبوی طریقے کو اپنانے پر بہت زور دیا تاکہ آپ کا حج برباد نہ ہو، پروگرام کو کامیاب بنانے میں ڈاکٹر محمد انور گلاب کٹیہار، ماسٹر نظام الدین دھوم گڑھ، محمد جابر حسین مرچائی باڑی، مولانا عبدالمالک ومولانا سہیل ندوی نے اہم کردار ادا کیا۔ وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین (ڈاکٹر رحمت اللہ محمد موسیٰ السّلفی، ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار، بہار)

صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ کا انتخاب جدید: صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ کی مجلس شوریٰ کا انتخابی اجلاس بتاریخ 28/اپریل 2024، بروز اتوار، بوقت 10 بجے دن، بمقام مرکز السلام، شریکند، گمانی، صاحب گنج، جھارکھنڈ زیر صدارت فضیلۃ الشیخ قاری محمد یونس اثری/ حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ) منعقد ہوا، جس میں میقات جدید (2024ء-2029ء) کے لیے ذمہ داران کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور باتفاق رائے فضیلۃ الشیخ قاری محمد یونس اثری/ حفظہ اللہ امیر، فضیلۃ الشیخ عقیل اختر یوسف مکی/ حفظہ اللہ ناظم اور فضیلۃ الشیخ مستفیض الرحمٰن مدنی/ حفظہ اللہ (پاکوڑ) خازن منتخب ہوئے۔ الحمدللہ صوبائی جمعیت کا یہ انتخاب بہت ہی پرسکون ماحول میں اور دستوری تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے پوری شفافیت کے ساتھ عمل میں آیا۔ انتخابی کارروائی مکمل ہو جانے کے بعد متعدد اراکین شوری کے ساتھ ساتھ امیر محترم اور ناظم گرامی کا بھی خطاب ہوا، آخر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے تشریف فرما مشاہد گرامی قدر فضیلۃ الشیخ جناب مولانا محمد علی مدنی صاحب/ حفظہ اللہ وتولاہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، بہار) کا وقیع خطاب ہوا. ساتھ ہی ساتھ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے جانب سے تشریف فرما گرامی قدر فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد ادریس شیث تیمی حفظہ اللہ وتولاہ کا بھی بہترین خطاب ہوا۔ محترم امیر صاحب کے دعائیہ کلمات پر یہ اہم اجلاس اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت کو استحکام بخشے اور مقامی، ضلعی اکائیوں کو صوبہ سے مربوط رکھے اور تمام افراد کو جماعتی مشن کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق دے۔ آمین (کتبہ محمد شمس الحق عبدالحق سلفی۔ نائب ناظم، صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ)

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

گاؤں محلّہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے

اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتاً وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کنونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدر پور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292